ماہنامہ
دختران اسلام
لاہور
مارچ 2017ء

استحصال اور تشدد جہالت کی کوکھ سے جنم لیتا ہے

خصوصی انٹرویو
ڈاکٹر غزالہ حسن قادری

woice
Women's Ownership,
Intellectual Collaboration
& Empowerment

8th March
International
Women's Day

Special Edition

خلع کے موضوع پر منعقد سیمینار کی تصویری جھلکیاں

خواتین میں بیداریٔ شعور و آگہی کیلئے کوشاں

ماہنامہ لاہور

دخترانِ اسلام

جلد: 24 شمارہ: 3 جمادی الثانی ۱۴۳۸ھ/ مارچ 2017ء

زیرِ سرپرستی

بیگم رفعت جبین قادری

چیف ایڈیٹر

قرۃ العین فاطمہ

مینجنگ ایڈیٹر

صاحبزادہ محمد حسین آزاد

اسسٹنٹ ایڈیٹرز

نازیہ عبدالستار

ملکہ صبا

ناشر

علامہ محمد معراج الاسلام

کمپیوٹر آپریٹر

محمد اشفاق انجم

ٹائیٹل ڈیزائنر

عبدالسلام

فوٹوگرافی

محمود الاسلام قاضی

کتابت

محمد اکرم قادری

مجلس مشاورت

صاحبزادہ مسکین فیض الرحمن درانی

خرم نواز گنڈاپور

احمد نواز انجم

جی ایم ملک

منظور حسین قادری

سرفراز احمد خان

غلام مرتضٰی علوی

نوراللہ صدیقی

فرح ناز

فہرس

اداریہ۔۔(استحصال اور تشدد جہالت کی کوکھ سے جنم لیتا ہے)		5
پاکستان میں قانونِ خلع میں اصلاحات	ڈاکٹر غزالہ حسن قادری	7
مقالہ پر نامور شخصیات کا اظہار خیال		18
معاشرتی ڈھانچے کی تعمیر میں خواتین کے یکساں اختیارات	شیبا طراز	27
Woman empowerment and Pakistan	Memoona Nazir	34
Human Rights	M.Akram Rana	37
Women's Education:Future for All	Farah Naz	41
Interviewee: Dr. Ghazala Hassan Qadri	Sana Waheed	48

ترسیلِ زر کا پتہ: منی آرڈر/چیک/ڈرافٹ بنام حبیب بنک لمیٹڈ منہاج القرآن برانچ اکاؤنٹ نمبر 01970014583203 ماڈل ٹاؤن لاہور

بدلِ اشتراک: آسٹریلیا، کینیڈا، مشرقِ بعید، امریکہ: 15 ڈالر مشرقِ وسطیٰ، جنوب مشرقی ایشیا، یورپ، افریقہ: 12 ڈالر

قیمت فی شمارہ -/35 روپے

سالانہ خریداری -/350 روپے

رابطہ: ماہنامہ دخترانِ اسلام 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور

فون نمبرز: 3-042-5169111 فیکس نمبر: 042-5168184

Visit us on: www.minhajsisters.com E-mail:sisters@minhaj.org

بسم الله الرحمن الرحيم

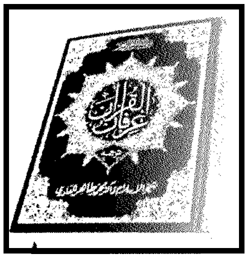

﴿فرمان الٰہی﴾

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا. (النساء، ۴: ۱)

’’اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہاری پیدائش (کی ابتداء) ایک جان سے کی پھر اسی سے اس کا جوڑ پیدا فرمایا پھر ان دونوں میں سے بکثرت مردوں اور عورتوں (کی تخلیق) کو پھیلا دیا، اور ڈرو اس اللہ سے جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور قرابتوں (میں بھی تقویٰ اختیار کرو)، بے شک اللہ تم پر نگہبان ہے‘‘۔

O mankind! Fear your Lord, Who (initiated) your creation from a single soul, then from it created its mate, and from these two spread (the creation of) countless men and women. So, fear Allah for Whose sake you solicit needs from one another. And (become Godfearing) towards your own kith and kin (as well). Allah is indeed Ever-Watchful over you.

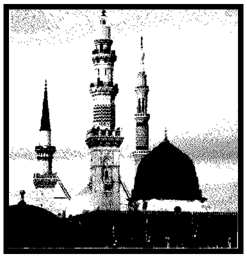

﴿فرمان نبوی ﷺ﴾

عن ثوبان رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ ايما امراة سالت زوجها الطلاق من غير ما باس فحرام عليها رائحة الجنة.

(صحيح بخارى، رقم: ۴۸۶۷)

’’حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو عورت بغیر کسی وجہ کے اپنے خاوند سے طلاق کا سوال کرے تو اس پر جنت کی خوشبو بھی حرام ہے‘‘۔

Narrated Hazrat Thawban: The Prophet (Peace be upon him) Said:

"If a women asks her husband for a divorce, for no reason, then the smell of paradise is forbidden for her".

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خواتین کے عالمی دن کے موقع پر خصوصی پیغام

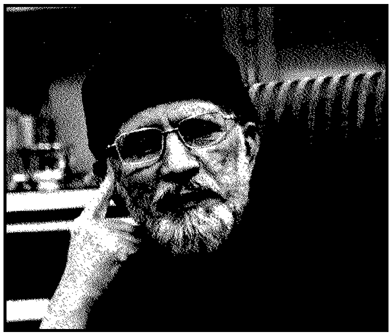

قبل از اسلام عرب معاشرہ میں عورت المناک استحصالی رویوں سے دو چار تھی۔ظلم و جبر کی کوئی ایسی شکل نہ تھی جو خواتین پر مسلط نہ ہو،زندہ دفن کیے جانے سے لیکر زندگی کے ہر مرحلہ اور موقع پر اسے دوسرے درجے کی مخلوق کا درجہ حاصل تھا،عورت کی زندگی ایک زر خرید غلام سے بدتر تھی جسے اپنی مرضی سے اٹھنے بیٹھنے کی اجازت بھی نہ تھی، یہ فخر اور اعزاز دین اسلام کو حاصل ہے جس نے عورت کو آزادی دی، اس کے حقوق و فرائض کا تعین کیا، اسے ماں، بیٹی، بہو، بہن کے مقدس مقامات پر فائز کیا، ایسا عزت و احترام دنیا کے کسی الہامی یا غیر الہامی مذہب میں نہیں ہے، بہرحال قبل از اسلام کے جاہلانہ رویے علم و عمل کے فقدان کے باعث کسی نہ کسی شکل میں آج بھی موجود ہیں، آج بھی خواتین کو بوجھ سمجھنے، انہیں تعلیم سے محروم رکھنے، ان کے سیاسی، سماجی، معاشی کردار کو محدود کرنے والی استحصالی سوچ موجود ہے، خواتین کو وارثتی جائیداد سے محروم کرنے ، ونی، غیرت کے نام پر قتل، بدلے کی شادی جیسے استحصال کا سامنا ہے، جسے ہم سختی سے مسترد کرتے ہیں،خواتین کے عالمی دن کی مناسبت سے میرا اپنی بیٹیوں کے لیے یہ خاص پیغام ہے کہ اگر آپ معاشرہ میں اپنا معتبر مقام اور انفرادیت چاہتی ہیں تو تعلیم اور صرف تعلیم پر توجہ دیں، تزکیہ نفس اپنائیں، قرآن و سنت، اولیاء و صالحین کی سوانح حیات کے مطالعہ کو معمولات زندگی میں شامل کریں، اپنی تعلیمی، تربیتی، سماجی، گھریلو زندگی میں برداشت اور درگزر سے کام لیں، اعتدال کو اختیار کریں اور انتہائی رویوں سے حتی المقدور دور رہیں، یہ منفی رویے خواتین کو ترقی کے دھارے سے الگ رکھنے کا سبب بنتے ہیں،تعلیم اور تربیت پر بھرپور توجہ دیں، اپنی اپنی فیلڈز میں پی ایچ ڈیز کریں، پالیسی ساز اداروں میں شامل ہوں، ڈاکٹر ،انجینئرز، ججز بنیں، سیاستدان بنیں تاکہ قانون سازی اور اس کے Execution کے ضمن میں حائل رکاوٹیں دور ہوسکیں چونکہ ہمارے ہاں سب سے بڑا مسئلہ قوانین بنانے کا نہیں ان پر عملدرآمد کا ہے ، میرا راسخ یقین ہے کہ پاکستان اور عالم اسلام اس وقت بحرانوں سے باہر نکلے گا جب اس کی خواتین کو برابری کی بنیاد پر زندگی کے ہر شعبے میں شمولیت کے مواقع ملیں گے، میں اس موقع پر بیٹی ڈاکٹر غزالہ حسن قادری کو پی ایچ ڈی مکمل کرنے پر مبارکباد دیتا ہوں۔

والسلام

ڈاکٹر محمد طاہر القادری

استحصال اور تشدد جہالت کی کوکھ سے جنم لیتا ہے

8 مارچ کو دنیا بھر میں خواتین کے عالمی دن کے طور پر منایا جاتا ہے۔ ہر سال مختلف ممالک اور ان کی حکومتیں خواتین کی ترقی و خوشحالی کیلئے بلند و بانگ دعوؤں کے ساتھ اہم قانون سازی اور پالیسی دینے کا اعلان کرتی ہیں مگر ہر گزرا ہوا سال خواتین کی مشکلات میں اضافے کے طور پر سامنے آتا ہے۔گھریلو تشدد ،دفتری Harassment سے لیکر عزت کے نام پر قتل ،سیاسی و معاشی استحصال کم ہونے کی بجائے اس میں اضافہ ہوتا ہے۔ ترقی پذیر ممالک میں صورت حال نہایت ابتر ہے۔ پاکستان جسے اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا وہاں پر خواتین کی ترقی کے نعرے لگانے میں کوئی حکومت پیچھے نہیں رہی مگر عملاً خواتین کی بہتری کے حوالے سے پالیسی سازی اور عملدرآمد کا عمل انتہائی سست روی کے ساتھ آگے بڑھ رہا ہے۔ خواتین کو آئینی، سیاسی کردار دینا ہو یا پالیسی سازی میں انہیں شامل کرنا ہو اور ملکی ترقیاتی عمل میں ان کی مشاورت لینا ہو تو حکمرانوں کے رویوں میں اور بیت اللہ محسود اور فضل اللہ کے رویے میں کوئی خاص فرق نظر نہیں آئے گا۔ ابھی حال ہی میں آٹھ سال کی تاخیر کے بعد جو بلدیاتی انتخابات ہوئے اس میں گزشتہ بلدیاتی نظام حکومت میں خواتین کو 33 فیصد نمائندگی حاصل تھی جبکہ حالیہ جمہوری حکومتوں کی قانون سازی کے بعد یہ شرح 25 فیصد سے بھی نیچے آ گئی ہے۔ اسی طرح اسمبلیوں کے اندر بھی خواتین کی تعداد فکس ہے اور انہیں پالیسی سازی کے عمل سے دور رکھا جاتا ہے ۔ترقیاتی فنڈز کے معاملے میں خواتین پر مردوں کو ترجیح دی جاتی ہے اور پنجاب کابینہ میں بھی خواتین کی نمائندگی آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہے۔ خواتین کی ملازمتوں میں 10 فیصد کوٹے کا اعلان کیا گیا مگر عملدرآمد کی نوبت نہیں آئی۔ اسی طرح 21 ویں صدی میں بھی تمام تر awareness campaign کے باوجود خواتین کا عزت کے نام پر قتل ،کم عمری کی شادی اور انہیں جائیداد سے محروم رکھنے کی روش جاری ہے اور اس حوالے سے اسمبلیاں خواتین کے استحصال کی روک تھام میں اپنا موثر کردار ادا نہیں کر سکیں۔ اس کا نتیجہ خواتین کے استحصال میں روز بروز اضافے کی صورت میں سامنے آ رہا ہے۔ خواتین کے استحصال کی مختلف شکلیں ہیں۔جن میں انہیں معاشی اور سیاسی دھارے سے الگ رکھنا ایک بدترین شکل ہے۔ خواتین کے خلاف جرائم میں بھی اضافہ کا رجحان ہے۔ سٹریٹ کرائم میں بھی سب سے زیادہ نشانہ خواتین بنتی ہیں اور انصاف کے حصول اور ایف آئی آر کے اندراج میں بھی ملکی قوانین اور تھانہ کلچر انہیں سپورٹ نہیں کرتا۔ یہاں پر اس بات کا ذکر ضروری ہے کہ پاکستان کا سب سے بڑا صوبہ پنجاب جسے اپنی شرح خواندگی پر ناز ہے یہ صوبہ خواتین کے خلاف جرائم میں بھی سرفہرست ہے۔ گزشتہ 8 سال سے پنجاب اغواء

برائے تاوان، ریپ، گینگ ریپ، تیزاب گردی اور گھریلو تشدد میں نمبر ون صوبہ ہے اور اس کے ساتھ ساتھ پنجاب میں خواتین میں خودکشی کا رجحان بھی بڑھ رہا ہے جو انتہائی تشویشناک ہے۔یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ پنجاب میں سب سے زیادہ احتجاجی مظاہرے ینگ لیڈی ڈاکٹرز، نرسز اور لیڈی ہیلتھ وزٹرز کے ہوئے ہیں۔ ان پڑھی لکھی خواتین کو یہ شکایت رہتی ہے کہ حکومت ان سے جو وعدے کرتی ہے انہیں پورا نہیں کرتی اور پھر پرامن احتجاج کے لیے جب وہ سڑکوں پر آئیں تو انہیں پولیس کے لاٹھی چارج اور جبر و تشدد کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

خواتین کے حقوق سے متعلق کام کرنے والی تنظیمیں اور اداروں کی ریسرچ بتاتی ہے دنیا میں 35 فیصد خواتین ذہنی، جسمانی یا جنسی تشدد کا شکار ہیں۔ دنیا میں سالانہ 5 ہزار خواتین غیرت کے نام پر قتل کر دی جاتی ہیں۔ یہ بات باعث تشویش ہے کہ پاکستان کے 28 فیصد خواتین تشدد کا شکار ہیں۔ ایسی خواتین نہ صرف تشدد کے باعث احساس محرومی سے دوچار رہتی ہیں اور سیاسی، سماجی اور گھریلو زندگی میں بھی احساس کمتری میں مبتلا ہو کر عضو معطل بن کر رہ جاتی ہیں۔ پاکستان میں چاروں صوبوں میں بنیادی تعلیم کی فراہمی جو اول تا پنجم جماعت تک ہے میں سب سے زیادہ خواتین استحصال کا شکار ہیں۔ دیہات میں 68 فیصد خواتین بنیادی تعلیم سے محروم رہتی ہیں جبکہ شہروں میں یہ شرح 50 فیصد سے زائد ہے۔گھر کی دہلیز کے قریب ترین بچیوں کی تعلیم و تربیت کے سرکاری مراکز کے فقدان کے باعث بچیاں سستی تعلیم سے محروم رہ جاتی ہیں جبکہ آئین پاکستان کا آرٹیکل 25-A کہتا ہے کہ پانچ سے 16 سال کی عمر کے بچوں کو مفت اور لازمی تعلیم کی فراہمی ریاست کی ذمہ داری ہے۔ اس آرٹیکل کی منظوری کو 7 واں سال جارہا ہے مگر ریاست اس آئینی ذمہ داری کو پورا کرنے میں ناکام ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ خواتین کے استحصال کی روک تھام، ان کی سیاسی، سماجی بہبود اور ترقی کے ضمن میں تعلیم بنیادی کردار ادا کرسکتی ہے جب تک حکومتیں تعلیمی فنڈز میں اضافہ نہیں کرینگی جسٹس سسٹم کی تنظیم نو نہیں کی جائیگی۔ استحصالی رویوں کی روک تھام کیلئے ادارہ جاتی اصلاحات بروئے کار نہیں آئیں گی اور خواتین کے آئینی، سیاسی کردار کو مضبوط اور مستحکم بنانے کیلئے انتخابی اصلاحات نہیں کی جائینگی تب تک ویمن ایمپاورمنٹ محض خواب رہے گی۔ وطن عزیز میں خواتین کے استحصال کے حوالے سے ایک رویہ Execution کا ہے یعنی کہ دنیا کو دکھانے کیلئے یا اپنا قانونی ٹریک ریکارڈ بہتر کرنے کیلئے قوانین تو بن جاتے ہیں مگر ان پر عمل درآمد نہیں ہوتا۔جس کا نتیجہ بھی خواتین کے قانونی استحصال کی صورت میں سامنے آتا ہے۔اس کی مثال اس طرح بھی دی جاسکتی ہے کہ لاکھوں خواتین سالہا سال خانگی و عائلی امور میں فیملی کورٹس اور صوبہ کی مختلف عدالتوں سے رجوع کرتی ہیں مگر وہ طویل ترین قانونی پراسس کے باعث انصاف اور حق سے محروم رہتی ہیں۔حکومتیں اگر خواتین کو سیاسی، سماجی ،معاشی اعتبار سے باوقار بنانا چاہتی ہیں تو انہیں تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا جائے کیونکہ استحصال اور تشدد جہالت کی کوکھ سے جنم لیتا ہے۔

پی ایچ ڈی مقالہ بعنوان

پاکستان میں قانونِ خلع میں اصلاحات

ڈاکٹر غزالہ حسن قادری

ڈاکٹر محترمہ غزالہ حسن قادری نے یونیورسٹی آف برمنگھم یو کے سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ ان کا مقالہ بعنوان ''پاکستان میں قانونِ خلع میں اصلاحات'' تھا۔ محترمہ ڈاکٹر غزالہ حسن قادری نے اپنا مقالہ انگلش میں پیش کیا۔ جس کی نہایت اہمیت کے پیش نظر اس کا اردو ترجمہ محترم محمد حنیف (لیکچرار کالج آف شریعہ) سے کروا کر ویمن ڈے کی مناسبت سے نذر قارئین کیا جا رہا ہے۔

اللہ سبحانہ تعالیٰ کے انعام اور حضور نبی اکرم ﷺ کے وسیلے سے اپنی بات کا آغاز کرتی ہوں۔ اپنا موضوع شروع کرنے سے قبل میں اپنے بھائیوں اور بہنوں کو یہ بتانا چاہتی ہوں کہ میرا مقالہ اس پر نہیں کہ عورت کی حصول خلع پر حوصلہ افزائی کی جائے۔ میں یہ نہیں چاہتی کہ عورت بہر صورت شادی ختم کرنے کے لئے عدالت سے رجوع کرے۔ اس موضوع کی میں اخلاقی طور پر حوصلہ افزائی نہیں کر رہی بلکہ میرا مقالہ اصول فقہ اور اسلامی تاریخ میں اس کا ایک تحقیقی جائزہ ہے۔ میرا مقالہ Women's Engagement اسلامی قانون کے تحت اس کی اصلاح، تقلید، اسلام میں شادی کے بارے میں عورت کی اپنی پسندیدگی اور رضا مندی، تلفیق اور اجتہاد سے متعلق ہے۔ میں خواتین کے حوالے سے ذاتی قانون میں اصلاح کے بارے میں بات کروں گی۔ میرا مقالہ خلع کے متعلق بہت زیادہ تفصیلات کا احاطہ کرتا ہے۔ لیکن میں وہ دو مسائل زیر بحث لاؤں گی جو کہ میرے مقالہ کا حصہ ہیں۔ ایک فقہ حنفی کی روشنی میں فلسفیانہ پہلو ہے جو پاکستان میں مروج ہے۔ دوسرا پاکستان میں خلع کے حوالے سے موجودہ قانون، قانون سازی اور مقدمات ہیں۔ وہ عورتیں جو خلع لینے کے مراحل میں تھیں یا جنہوں نے خلع لے لیا تھا، ان کے جملہ معاملات کا مشاہدہ کرنے اور ان سے انٹرویو لینے میں مجھے تقریباً پانچ ماہ لگے ہیں۔

تھیوری کی حد تک تو خلع کے قوانین بہت شاندار ہیں۔ مشاہدات اور انٹرویوز کے ذریعے میں نے محسوس کیا کہ خلع کے بارے میں اسلامی قوانین بہت واضح ہیں۔لیکن جب آپ عملی زندگی میں خلع کے مسائل کا سامنا کرتے ہیں اور جب خلع لینے کے لئے عدالتوں میں جاتے ہیں تو وہاں بے شمار بنیادی مسائل پیش آتے ہیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ بہت سے لوگوں کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوگا کہ میں نے خلع جیسا اختلافی موضوع کیوں چنا۔ منہاج القرآن انٹرنیشنل کا ایک مقصد پاکستان میں قومی سطح پر معاشرے کے ہر حصے میں خواتین کے کردار کو مضبوط کرنا ہے۔ منہاج القرآن پوری دنیا میں اسلام کا معتدل تصور پیش کرتا ہے جس کی رو سے عورت آزاد ہے۔ ایک معتدل دین ہونے کے ناطے اسلام نے عورت کو جہاں حقوق دیئے ہیں وہاں اس پر کچھ فرائض بھی عائد کئے ہیں۔ میں نے ویمن لیگ کا ممبر ہونے کے ناطے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے عظیم افکار سے خوشہ چینی کرتے ہوئے اس متنازعہ موضوع کو منتخب کیا ہے۔

منہاج القرآن خواتین کی سنت وسیرت نبوی کی روشنی میں جملہ امور پر رہنمائی کرتا ہے۔حضور نبی اکرم ﷺ نے معاشرے میں مردوں کے ظلم پر مبنی تسلط کو توڑا اور خواتین کا معاشرے میں مقام بلند کیا۔ نیز آپ نے خواتین کو ذاتی اور قانونی اعتبار سے ایک حقوق کا چارٹر عطا فرمایا۔ شیخ الاسلام نے اپنی بے پناہ علمی، تحقیقی وتخلیقی صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر درجنوں کتابوں اور سینکڑوں خطابات کے ذریعہ جو چشم کشا حقائق بیان کئے وہ عصر حاضر میں حقوق نسواں کے لئے ایک مینارۂ نور کی حیثیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ میرا مقالہ Law of the Khulah in Pakistan بھی منہاج القرآن ویمن کی عظیم قومی و بین الاقوامی خدمات و جدوجہد میں ایک ادنیٰ سی کاوش ہے۔

جہاں تک پاکستان کے حالات کا تعلق ہے تو یہاں پر جگہ جگہ جنسی اعتبار سے معاشرے میں ناہمواری نظر آئے گی۔ یہ ناہمواری گھر سے شروع ہوکر معاشرے اور ریاست میں ہر جگہ واضح طور پر دکھائی دیتی ہے۔ تاہم پھر بھی پاکستان ہی دنیا کا پہلا اسلامی ملک ہے جس کی سربراہ ایک خاتون بنی تھی۔ مگر خواتین کی اکثریت غربت و جہالت کی زندگی بسر کررہی ہیں۔ ان کا سب سے بڑا مسئلہ گھریلو زندگی میں تشدد کا شکار ہونا ہے۔ ان پر تشدد خاوند کے ساتھ ساتھ ساس اور نند بھی کرتی ہیں۔ پاکستان میں خواتین کے ساتھ ظلم و زیادتی کوئی مذہبی مسئلہ نہیں بلکہ کلچر کا حصہ ہے جو ہر جگہ واضح طور پر دکھائی دیتا ہے۔ پسماندہ طبقہ کے ساتھ ساتھ متوسط اور اعلیٰ طبقہ کی خواتین بھی نفرت انگیز رویہ کا شکار ہوتی ہیں۔

بہت سارے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی بیوی کو ادب سکھانے کے لئے سزا دے سکتے ہیں۔ وہ بیوی کو زدوکوب کرنے کے لئے سورہ نساء کی آیت نمبر 34 کا حوالہ دیتے ہیں۔ آپ قرآن مجید کے اس مقام کا اردو، انگلش، روسی یا کسی بھی اور زبان میں ترجمہ دیکھیں تو آپ

کو پتہ چلے گا کہ خواتین پر تشدد کیوں کیا جاتا ہے۔ اس کا ترجمہ کرتے ہوئے مترجمین نے عورت کو مارنے پیٹنے کی بات کی ہے۔ مگر علماء ربانی معانی قرآن کا ترجمہ کرتے وقت منشاء الٰہی، مزاج نبویؐ اور سنت و سیرت کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ ایسے ہی علماء میں سے سیدی شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری مدظلہ العالی ہیں۔ اگر آپ ان کے ترجمہ قرآن کا انگلش یا اردو میں اس مقام کا مطالعہ کریں تو آپ ان کی دقت نظری کا ادراک کرلیں گے۔

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ۭ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ۭ وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا. (النساء: ۳۴)

''مرد عورتوں پر محافظ و منتظِم ہیں اس لیے کہ اللہ نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے (بھی) کہ مرد (ان پر) اپنے مال خرچ کرتے ہیں، پس نیک بیویاں اطاعت شعار ہوتی ہیں وہ شوہروں کی عدم موجودگی میں اللہ کی حفاظت کے ساتھ (اپنی عزت کی) حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں۔ اور تمہیں جن عورتوں کی نافرمانی و سرکشی کا اندیشہ ہو تو اُنہیں نصیحت کرو اور (اگر نہ سمجھیں تو) اُنہیں خواب گاہوں میں (خود سے) علیحدہ کر دو اور (اگر پھر بھی اِصلاح پذیر نہ ہوں تو) اُن سے (تادیباً) عارضی طور پر الگ ہو جاؤ؛ پھر اگر وہ (رضائے اِلٰہی کے لیے) تمہارے ساتھ تعاون کرنے لگیں تو ان کے خلاف کوئی راستہ تلاش نہ کرو۔ بے شک اللہ سب سے بلند سب سے بڑا ہے''۔

شیخ الاسلام نے واضربوھن کا ترجمہ ''ان سے (تادیباً) عارضی طور پر الگ ہوجاؤ'' کیا ہے کیونکہ ضرب کا معنی صرف مارنا اور ضرب لگانا ہی نہیں۔ چونکہ ہمارے معاشرے میں عورتوں کے ساتھ جبر و تشدد کا رویہ روا رکھا جاتا ہے، اس لئے یہ امر نہایت ہی اہمیت کا حامل ہے کہ مظلوم خواتین جو کہ ایک نہایت ہی ناخوشگوار ازدواجی زندگی کی چکی میں پس رہی ہوتی ہیں اور انہیں صورت حال کی بہتری کی کوئی سبیل دکھائی نہ دے رہی ہو تو خلع اس بندھن سے آزاد ہونے کی ایک سبیل ممکنہ ہے۔

ضرورت اس بات کی یہ ہے کہ علمی و فکری حلقے اس موضوع پر اظہار خیال کریں اور لکھیں کہ عورت کے ازخود طلاق لینے میں اسے کیا حقوق حاصل ہیں اور رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے کے بعد بطور بیوی کے اس کے کیا حقوق ہیں۔ میری خلع پر تحقیق کر کے Ph.D کا مقالہ لکھنے کی ایک وجہ مغرب اور یورپ میں اس قانون کو تنقید کا نشانہ بنانا ہے۔ مغربی محققین تنقید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اسلام خواتین کے ساتھ امتیازی سلوک کرتا ہے۔ بالخصوص خواتین کے قانون خلع کے معاملہ میں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ مرد تو ازخود تین طلاقیں دے کر بیوی کو فوراً فارغ کرسکتا ہے مگر جب عورت نے طلاق لینی ہو تو اسے بہرصورت عدالت سے رجوع کرنا پڑتا ہے۔

برطانیہ کے برصغیر پر دور حکومت میں اور آزادی کے بعد پہلے 15 سال تک پاکستان کے قانون کے

مطابق عورت صرف اس وقت تک خلع لے سکتی تھی جب اس کا خاوند رضا مند ہو۔عورت عدالت میں جا کر از خود کیسے ثابت کرسکتی ہے کہ اس کا خاوند ایک ظالم شخص ہے؟ کیا خاوند خود، ساس یا نند اس کے حق میں گواہی دیں گی؟ ایسا ہونا ممکن نہیں۔

1959ء اور بعد ازاں سپریم کورٹ میں ایک کیس میں فیصلہ سنایا گیا کہ خاتون اپنے خاوند کی رضا مندی کے بغیر بھی خلع لے سکتی ہے۔مگر اس سہولت پر ایک نیا مسئلہ کھڑا ہوگیا۔ یہ تصور لوگوں کے ذہنوں میں بٹھادیا گیا کہ عورت کو خلع کے باب میں یہ سہولت اجتہاد کے ذریعہ دی گئی ہے نہ کہ فقہ حنفی کی روشنی میں۔ چنانچہ جب خلع کے اوپر آپ مسلم اور غیر مسلم اہل علم کی تحریریں پڑھتے ہیں تو وہ سب فقہ حنفی اور حنفی مذاہب پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہ اور تمام احناف کی رائے کے مطابق جب تک خاوند کی رضا مندی نہ ہو،عورت از خود خلع نہیں لے سکتی۔مگر احناف کا خلع کے باب میں موقف الٹا کر کے پیش کیا گیا ہے۔

پچھلے تقریباً ایک سال میں عدالت میں جا کر خلع لینے والی عورتوں میں 30 فیصد اضافہ ہوا ہے یعنی ہزار ہا عورتوں نے اپنے خاوندوں سے طلاق کے لئے مطالبہ کیا۔ اس کے ردعمل کے طور پر اسلامی نظریاتی کونسل آف پاکستان میں موجود علماء کی طرف سے تو یہاں تک بیان دے دیا گیا کہ خلع ایک غیر اسلامی عمل ہے۔ انہوں نے دلیل یہ دی کہ اسلام اور فقہ حنفی عورت کو اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ وہ خاوند کی مرضی کے بغیر خلع لے سکے۔ اگرچہ پاکستان کے قانون کے مطابق عورت خاوند کی مرضی کے بغیر خلع لے سکتی ہے مگر اسلامی نظریاتی کونسل نے اسے خلافِ شریعت قرار دیا ہے۔مغربی میڈیا ایسی خبروں کو خوب اچھالتے ہوئے کہتا ہے کہ تنسیخ نکاح کے معاملہ میں اسلام عورتوں کے خلاف ہے۔ نیز وہ یہ پراپیگنڈہ کرتے ہیں کہ عورتوں پر مردوں کی ظالمانہ حاکمیت اور ہر طرح کے ظلم وستم کی بنیاد اسلام فراہم کرتا ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ خلع کے باب میں ہم قرآن وسنت اور اوائل دور کے فقہاء کی تحریروں کا مطالعہ کر کے نتیجہ تک پہنچیں نہ کہ فقہاء کی آراء پر اپنی رائے مسلط کریں۔

عوام الناس، وکلاء، اہل علم کی کثیر تعداد کی رائے ہے کہ خلع لینے والی عورت، از روئے شرع، خاوند سے لیا گیا اپنا حق مہر واپس لوٹائے۔ چنانچہ میں نے اپنے انٹرویوز میں جس جس جج، مرد، عورت سے اس موضوع پر سوال کیا تو ان سب نے کہا کہ اسلامی قانون کے مطابق خلع لیتے ہوئے عورت پر لازم ہے کہ وہ حق مہر واپس کرے بلکہ اہل مغرب اس پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ عورت کے ساتھ سراسر ناانصافی ہے۔

آیئے اس امر پر غور کریں کہ کون سی عورت عدالت جا کر خلع لے گی؟ صرف ایسی عورت ہی خلع لے گی جو کسی بھی طرح شادی کے بندھن کو برقرار نہیں رکھ سکتی۔ بہت سے مرد ایسی صورت حال میں عورت کو طلاق دینے کی جگہ اسے اذیت دیتے ہیں۔ وہ بیوی کو اتنا تنگ کرتے ہیں کہ وہ چاہتے ہیں کہ عورت خود طلاق مانگے

تا کہ وہ بیوی سے حق مہر واپس لے سکیں۔

جب میں نے حضور سیدی شیخ الاسلام سے اس موضوع پر رہنمائی کے لئے استدعا کی تو آپ نے فرمایا کہ اگر اس موضوع پر تحقیق کرنی ہے تو اسلام کے اصل ماخذ کا مطالعہ کریں۔ سیدی شیخ الاسلام نے فرمایا کہ ان کی وہ رائے نہیں جو کہ عام علماء اور عوام الناس کی ہے کیونکہ وہ ہدایت و رہنمائی کے لئے اصل اسلامی ماخذ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

چنانچہ ان کی علمی رہنمائی کے بعد میں نے فقہ حنفی کے متبحر علماء وفقہاء کی آراء کا اس موضوع پر مطالعہ کیا۔ امام ابوحنیفہ کے شاگرد امام شیبانی کی کتاب الاثر، جامع الصغیر، کتاب المبسوط اور پھر امام عینی، امام سرخسی، امام کسانی، ابن ھمام، ابن عابدین۔ الغرض آپ فقہ حنفی کے جس بھی امام کی تصنیف اٹھالیں وہ تمام اہل علم متفقہ طور پر لکھتے ہیں کہ خلع لینا عورت کا اپنا آزادانہ حق ہے اور اسے اپنے خاوند کی رضا مندی حاصل کرنا لازم نہیں ہے۔ اس وضاحت کے بعد کسی عالم دین کو یہ نہیں کہنا چاہئے کہ مرد کی رضا مندی کے بغیر (اگرچہ پاکستانی قانون کی روشنی میں تو درست ہے مگر) اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ مزید برآں یہ کہ خاوند سے خلع لینے کے لئے یہ لازمی نہیں کہ بیوی کوئی دلائل عدالت میں پیش کرے گی اور کوئی نقطہ ثابت کرے گی۔ اگر وہ خاوند سے ناخوش ہے یا اسے خاوند کی شکل وصورت پسند نہیں تو فقہاء کی آراء کے مطابق وہ عورت خلع کا حق رکھتی ہے۔ عورت کا خلع لینے کا اسی طرح حق ہے جیسے مرد کا حق ہے۔ مرد تو جب جہاں اور جس وجہ سے چاہے عورت کو طلاق دے سکتا ہے۔ جبکہ عورت کو خلع لینے کے لئے عدالت کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔ اس فرق کے ساتھ طلاق دینے اور خلع لینے میں اسلامی قوانین میں مساوات ہے۔

فقہاء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اگر تو خاوند غلطی پر ہے اور وہ عورت سے زیادتی کرتا ہے، تو اس صورت میں عورت کی یہ ہرگز ذمہ داری نہیں کہ وہ خاوند کو حق مہر واپس لوٹائے۔ ایسی صورت میں عورت سے مہر واپس لینے کو بعض فقہاء نے حرام اور بعض نے مکروہ تحریمی قرار دیا ہے۔ اگر خاوند ایک اچھا انسان ہے اور بیوی سے ٹھیک برتاؤ کرتا ہے تو اس صورت میں فقہاء لکھتے ہیں کہ خاوند بیوی سے کچھ حق مہر واپس لینے کا حق رکھتا ہے اور اگر تو دونوں فریق کی غلطی برابر ہو تو پھر جج تفصیل سے دلائل سن کر اپنا فیصلہ دے گا۔

خلع کے باب میں یہ مشکلات صرف پاکستان میں ہی نہیں سامنے آتیں بلکہ دنیا بھر میں مسلم کمیونٹی کو پیش آتی ہیں مثلاً مصر میں حنفی مذہب کے پیروکار خواتین کے لئے حق مہر واپس لوٹانے کے سلسلے میں بڑی مشکل کا شکار ہیں کیونکہ لوگ سمجھتے ہیں کہ حق مہر کا بہرصورت واپس لوٹایا جانا ناگزیر ہے۔ عورتوں میں اپنے حقوق کے حصول کے لئے شعور بیدار کرنا چاہئے۔ چونکہ حق مہر حاصل کرنا عورت کا حق ہے اس لئے اسے اس کے حصول کا

مطالبہ کرنا چاہئے۔

جب میں نے حنفی فقہاء کی آراء کا مطالعہ کیا تو مجھے بہت مسرت ہوئی۔ قرآن مجید میں خلع کے اثبات کے لئے مندرجہ ذیل آیت پیش کی جاتی ہے۔

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ؕ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ. (البقرہ، ۲:۲۲۸)

''اور طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں، اور ان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اسے چھپائیں جو اللہ نے ان کے رحموں میں پیدا فرما دیا ہو، اگر وہ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہیں، اور اس مدت کے اندر ان کے شوہروں کو انہیں (پھر) اپنی زوجیت میں لوٹا لینے کا حق زیادہ ہے اگر وہ اصلاح کا ارادہ کر لیں، اور دستور کے مطابق عورتوں کے بھی مردوں پر اسی طرح حقوق ہیں جیسے مردوں کے عورتوں پر، البتہ مردوں کو ان پر فضیلت ہے، اور اللہ بڑا غالب بڑی حکمت والا ہے''۔

اس آیت کے مطابق اگر بیوی اپنے خاوند سے طلاق کے ذریعے آزاد ہونا چاہے تو اس پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ کچھ معاوضہ خاوند کو دے دے۔ مفسرین اس کی تشریح کے طور پر خلع کا تصور دیتے ہیں۔ جب میں نے سیدی شیخ الاسلام سے استفسار کیا کہ ہر کوئی اس آیت سے استنباط کر کے عورت کے لئے خلع میں حق مہر واپس کرنے کو فرض قرار دیتا ہے تو آپ کی اس مسئلہ پر کیا رائے ہے۔ اس پر آپ نے مجھے مدلل اور محقق جواب کے لئے متن قرآن کے الفاظ ''لاجناح'' کی طرف توجہ دلائی جن کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر عورت کچھ واپس کر دے تو اس میں کوئی گناہ نہیں۔

اسلوب قرآن اور لغت عرب کے مطابق ''لاجناح'' کے ذریعے عورت کو حکم نہیں دیا جا رہا کہ وہ خلع لیتے ہوئے حق مہر واپس لوٹانے کی پابند ہے۔ اس نقطے کو واضح کرنے کے لئے ''لاجناح'' کا معنی ''کوئی گناہ نہیں'' شیخ الاسلام نے میری توجہ 25 آیات قرآنی کی طرف دلائی ان آیات میں ''لاجناح'' کے ذریعے تخییر یعنی اختیار دیا جا رہا ہے کہ اگر فلاں کام کر لو تو اس میں کوئی گناہ نہیں۔ ان سے کسی کام کی فرضیت ثابت نہیں ہوتی۔ مثال کے طور پر قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت کا مطالعہ کریں۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ. (البقرہ، ۲:۱۹۸)

''اور تم پر اس بات میں کوئی گناہ نہیں اگر تم (زمانۂ حج میں تجارت کے ذریعے) اپنے رب کا فضل (بھی) تلاش کرو پھر جب تم عرفات سے واپس آؤ تو مشعرِ حرام (مُزدلفہ) کے پاس اللہ کا ذکر کیا کرو اور اس کا

ذکر اس طرح کرو جیسے اس نے تمہیں ہدایت فرمائی، اور بے شک اس سے پہلے تم بھٹکے ہوئے تھے''۔

اس آیت کی رو سے اگر حجاج دوران حج تجارت کرلیں تو اس میں کوئی گناہ نہیں۔مگر ''لا جناح'' کا ہرگز یہاں اور کہیں بھی، یہ معنی نہیں ہے کہ دوران حج تجارت اور خرید وفروخت ایک فریضہ ہے۔ جیسے حج کے دوران تجارت کرنے میں اختیار ہے نہ کہ یہ قرآنی حکم ہے۔ بالکل ایسے ہی طلاق لیتے ہوئے عورت کے لئے حق مہر واپس کرنا محض ایک صوابدیدی امر ہے۔ چاہے تو وہ اسے واپس کرے اور چاہے تو نہ لوٹائے۔ تاہم اس کا فرض ہونا نص قرآن سے ثابت نہیں ہوتا۔''لا جناح'' کے اس معنی کی وضاحت کے لئے آپ میرے مقالہ کا مطالعہ کرسکتے ہیں جس میں، میں نے تمام آیات درج کردی ہیں۔

جب آپ عصر حاضر میں فقہ حنفی کے خلع کے موضوع پر تحریروں کا مطالعہ کریں تو بظاہر آپ محسوس کریں گے کہ فقہ حنفی میں تنگ نظری اور خواتین کے خلاف تعصب پایا جاتا ہے حالانکہ حقیقت حال اس کے بالکل برعکس ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ ائمہ فقہ حنفی کے اصل موقف کو دنیا کے سامنے پیش کیا جائے کہ یہ فقہ تو خواتین کے حقوق کی حقیقی علمبردار ہے۔

اب میں پاکستان میں مروجہ عدالتی نظام پر کچھ بات کروں گی۔ میں نے چار سے پانچ ماہ تک وکلاء، مقدمہ کی پیروی کرنے والوں اور ججوں سے انٹرویوز کئے تاکہ میں یہ سمجھ سکوں اور پھر علمی حلقوں تک یہ بات پہنچا سکوں کہ خواتین کے ساتھ عدالتی نظام میں کیسے ناانصافی ہوتی ہے اور جگہ جگہ ان سے کیسے توہین آمیز سلوک کیا جاتا ہے۔ اکثر خواتین جن کے میں نے انٹرویوز کئے ان کی عمر 25 سال کے قریب تھی۔ مجھے اپنے انٹرویوز کی روشنی میں ایک خوشگوار انکشاف ہوا کہ 92 فیصد خواتین چاہے وہ امیر تھیں یا غریب، چاہے وہ پڑھی لکھی خواتین تھیں یا ان پڑھ، چاہے وہ Fashionable خواتین تھیں یا پسماندہ۔ خلع لینے کے مکمل طور پر خلاف تھیں۔ ان کا کہنا تھا کہ عورت خلع لینے کی بجائے اپنے بچوں کے مستقبل، خاندان کی آبرو، اپنے تحفظ کے لئے اپنے خاوند کے بارے میں سوچ کر مصالحت کرے اور طلاق ہرگز نہ لے۔ وہ خواتین خلع کے اس لئے خلاف تھیں کہ اس کے ذریعے وہ ایک جہنم سے نکل کر دوسری جہنم میں چلی جائیں گی۔ اپنے بچوں کے ساتھ میکے گھر واپس جانے پر کون خوشدلی کے ساتھ اس کے ساتھ نباہ کرے گا؟ اس کا آئے روز نند کے ساتھ جھگڑا ہوتا رہے گا۔

مجھے بہت سی ایسی عورتوں سے ملنے کا اتفاق ہوا جن کو ازدواجی زندگی میں انتہائی تلخ تجربات کا سامنا کرنا پڑا مگر وہ پھر بھی شادی کے بندھن میں ہیں اور اسے نبھانے کے لئے پرعزم ہیں۔کئی خواتین معاشی مسئلہ حل کرنے کے لئے سکول، لوگوں کے گھروں یا دفتر کی ملازمت کرلیتی ہیں تاکہ ان کے بچے ماں باپ کے پیار میں پرورش پاسکیں۔

اب ہم اس مسئلہ کی طرف آتے ہیں کہ ہزارہا خواتین جو عدالتوں میں خلع لینے جاتی ہیں وہ کون ہیں؟ ان کی

اکثریت غربت زدہ گھرانوں اور علاقوں سے تعلق رکھتی ہے لیکن خواتین کے خلع لینے میں سب سے بڑا عنصر گھریلو تشدد تھا۔ سسرال والوں کی مخالفت، منشیات کے استعمال اور طرح طرح کی دیگر خرافات کی بنا پر خاوند اپنی بیوی پر جسمانی تشدد کرتا تھا۔ صرف وہ خواتین طلاق مانگتی ہیں جو یہ سمجھیں کہ اب وہ مزید مار پیٹ اور جسمانی تشدد برداشت نہیں کر سکتیں۔

عورت کے خلع لینے کا قانون بظاہر سادہ اور آسان لگتا ہے مگر حقیقت میں یہ بڑا پرپیچیدہ، مہنگا اور توہین آمیز ہے۔ بظاہر تو یوں لگتا ہے کہ خلع کے لئے نوٹس بھیجنے پر خاوند آئے گا اور عورت کو جہنم والی زندگی سے آزادی مل جائے گا۔ مگر زمینی حقائق اس کے بالکل برعکس ہیں۔ جب ایک علاقے سے آئی ہوئی عورت سے جج اس کا نام پوچھتا ہے اور کہتا ہے کہ ثابت کرو کہ تم ہی اس نام کی حامل ہو تو وہ اپنا نام ہی ثابت نہیں کر سکتی۔ اس کے پاس جنم پرچی نہیں ہوتی اور نہ ہی اس کے ساتھ اپنا شناختی کارڈ ہوتا ہے۔ شادی شدہ ہونے کے باوجود اس کے پاس نکاح نامہ بھی نہیں ہوتا۔

اس پس منظر والی عورت جب ایک وکیل کی خدمات لیتی ہے اور عدالت جاتی ہے تو اس کے مسئلہ کی شنوائی اور حل کی بجائے اسے بوجوہ اگلے ماہ کی تاریخ دے دی جاتی ہے۔ اگلے ماہ وہ عورت پھر آتی ہے اور اپنے وکیل کو فیس دیتی ہے لیکن پھر کوئی شنوائی نہیں ہوتی۔ یہ سلسلہ مہینوں جاری رہتا ہے۔ پاکستان میں یہی عدالتی نظام رائج ہے۔

اگر نوٹس بھیجے جانے کے باوجود بھی خاوند عدالت میں نہ پہنچے تو خلع موقع پر دے دیا جانا چاہئے۔ اس طرح یہ سارا معاملہ صرف ایک ماہ میں طے ہو سکتا ہے مگر جج پھر اگلے ماہ تک معاملہ ملتوی کر دیتا ہے۔ دوسرے مہینے بھی جج صاحب یہ کہہ کر اگلی تاریخ دے دیتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ خاوند کو نوٹس نہ ملا ہو۔ چنانچہ عدالتی جدوجہد کی یہ جنگ مہینوں پر محیط ہوتی ہے۔ بالعموم ایک عورت کو خلع لینے کے لئے چھ ماہ سے ایک سال تک انتظار کرنا پڑتا ہے۔

اب میں آپ کو district family court کے بارے میں بھی کچھ بتاتی چلوں۔ جب میں District family court گئی تو میرے اوپر گھبراہٹ طاری ہوگئی۔ جب آپ گیٹ سے اندر داخل ہوں تو آپ کو کثیر تعداد میں مرد ملیں گے جو اپنی خدمات پیش کرنے کے لئے پیش پیش ہوتے ہیں۔ جب ایک عورت اپنے بھائی یا باپ کے ہمراہ وہاں آتی ہے تو اسے شرمندگی اور ذلت محسوس ہوتی ہے۔ نہ تو اس عورت کا خاندان خلع پر راضی ہوتا ہے اور نہ ہی اس کے اپنے رشتہ دار۔ گویا خلع لینا ایک معاشرتی جرم ہے۔

Family District court میں عورتوں کو ذلت و شرمندگی اس لئے محسوس ہوتی ہے کہ کسی بھی کورٹ روم کو فیملی کورٹ قرار دیا جا سکتا ہے۔ ساتھ ہی Criminal court ہوگی۔ جب میں Family district court گئی تو میں نے بیڑیوں میں جکڑے ایک شخص کو دیکھا۔ اس پر بدفعلی، قتل اور خواتین کے ساتھ ناجائز تعلقات قائم کرنے کے لئے ڈرانے دھمکانے کے الزامات تھے۔ وہ اپنی بیوی کو مارنے کے لئے دوڑا اور

اسے قتل کی سنگین دھمکی دی۔

ایک عورت سے جب Family district court میں بھرے مجمع میں ٹھٹھہ کرتے ہوئے مردوں کی موجودگی میں سوال کیا جاتا ہے کہ وہ خلع کیوں لینا چاہتی ہے، تو وہ ذلت و رسوائی محسوس کرتی ہے۔ وہ سب کے سامنے کیسے اپنے ذاتی مسائل کھول کر بیان کرسکتی ہے۔ اسے وہاں بیٹھنے کے لئے ایک کرسی تک نہیں پیش کی جاتی کہ وہ عزت سے اپنا طلاق لینے کا سبب ہی بیان کردے۔

خلع لینے کے لئے عورت اپنے جہیز کا سامان واپس لینے کے لئے جج کو اشیاء کی پوری لسٹ فراہم کرتی ہے۔ عدالت میں اپنی پیشی پر خاوند اپنی بیوی سے اختلاف کرتے ہوئے اضافی وقت مانگتا ہے تاکہ وہ بھی اپنا کیس مضبوط کرلے۔ عورت کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہوتا کہ وہ جہیز میں فلاں فلاں شے لائی تھی۔ عام طور پر خوش نصیب خواتین کو بھی جہیز کی صرف چند ایک چیزیں ہی واپس ملتی ہیں۔ ججوں کے بقول انہوں نے کبھی بھی کسی بھی عورت کو طلاق کے موقع پر اپنا سارا جہیز واپس لیتے نہیں دیکھا۔

طلاق کے بعد عورت کا نان ونفقہ ایک انتہائی اہم مسئلہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اسلامی و حنفی قانون کی رو سے مرد طلاق کے بعد عورت کو عدت کے دورانیہ میں ہی نان ونفقہ دینے کا پابند ہے۔ مگر عصر حاضر میں اس مسئلہ پر تحقیق کی ضرورت ہے بلکہ میں تو کہوں گی کہ صرف اس Issue پر Ph.D اشد ضروری ہے جس عورت نے اپنی زندگی کے 20,10 یا 30 سال تک خاوند کی خدمت اور بچوں کی تعلیم و تربیت میں گزارے ہوں تو کیا وہ طلاق کے بعد صرف عدت کی مدت کے لئے ہی نان ونفقہ کی حق دار قرار پائے گی؟ ضرورت اس امر کی ہے کہ عورت کو لاوارث نہ چھوڑا جائے۔

طلاق کے بعد بچوں کی تعلیم وتربیت کے لئے اخراجات بھی ایک توجہ طلب امر ہے۔ جج تو کہہ دیتا ہے کہ خاوند اپنی سابقہ بیوی کو بچوں کی تعلیم وتربیت کے لئے اخراجات پہنچانے کا ذمہ دار ہے مگر جب عورت نے خود خلع لیا ہو تو خاوند اسے اپنی عزت پر ایک دھبہ تصور کرتا ہے۔ چنانچہ عزت دارانہ طریقہ سے اولاد کے اخراجات دینے کی بجائے، عورت کو ہر ماہ عدالت میں جاکر اخراجات لینے پڑتے ہیں۔ اس معاملہ میں قانون سازی کی ضرورت ہے۔

بعض مرد اپنی طلاق یافتہ بیوی کو اخراجات نہیں دیتے۔ جج کو اس بات کا اختیار ہوتا ہے کہ ذمہ داری سے کترانے والے مرد کے خلاف گرفتاری کے احکامات صادر کردے مگر ایسا بہت شاذ ہوتا ہے۔ اپنی تقریباً چھ ماہ کی تحقیق کے دوران میرے سامنے چھ کیسز میں مردوں کی گرفتاری کا حکم میرے سامنے آیا۔ ایسے مردوں کو گرفتار کرکے عدالت میں پیش کرنے کی بجائے، پولیس انہیں عدالتی حکم کے بارے میں بتاکر گرفتاری کے لئے جاتی ہے۔ اس طرح پولیس مردوں کی گرفتاری کی بجائے ان کے فرار میں ان کی مدد ومعاون ثابت ہوتی ہے۔

خلع لینے والی عورت کے ساتھ جس طرح ذلت آمیز اور حقارت انگیز سلوک عدالتوں میں روا رکھا جاتا ہے، اس کی روشنی میں، میں کہہ سکتی ہوں کہ صرف وہی عورت خاوند سے طلاق مانگے گی جو انتہاء درجے کی مجبور ہوگی۔ وہ ناانصافی، ظلم و زیادتی اور تشدد کا اس قدر شکار ہوچکی ہوتی ہے کہ وہ اپنی خواہش اور اولاد کے مستقبل کے عدم تحفظ کے خدشات کے باوجود بھی رشتہ ازدواج برقرار نہیں رکھ سکتی۔

مجوزہ اصلاحات

ا۔ کچھ ایسے جج ہونے چاہئیں جو خاندانی قوانین کے ماہر ہوں۔ سیکشن 4 کے مطابق کوئی بھی District civil judge ایک Family court judge مقرر کیا جاسکتا ہے۔ سالہا سال تک مختلف قسم کے دیگر مقدمات میں سے گزرنے کے بعد جب اسے Family court judge کی حیثیت سے کام کرنا پڑتا ہے تو نظام بخوبی نہیں چلتا کیونکہ وہ خاندانی قوانین جو اس نے سالہا سال پہلے پڑھے تھے اور اب وہ انہیں بہت حد تک بھول چکا ہوتا ہے۔

اس لئے ضروری ہے کہ مزید Federal judicial training academies کا قیام عمل میں لایا جائے۔ ججز کو خاندانی قوانین، مصالحت کروانے یا نہ کروانے اور دیگر امور کے حوالے سے مناسب حد تک تربیت ہونی چاہئے اور وقتاً فوقتاً ان کے لئے refresher courses بھی منعقد ہونے چاہئیں۔

۲۔ خلع لینے والی خواتین کو درست معلومات فراہم کرنی چاہئے۔ اسے نہیں بتایا جاتا ہے کہ خلع لینے میں اسے کل تقریباً کتنی رقم خرچ کرنا پڑے گی۔ بعض اوقات ایک وکیل کے پاس پانچ کیسز بھی ہوتے ہیں۔ وہ بیچاری مصیبت کی ماری خلع لینے والی خواتین کو ٹائم دے کر جان بوجھ کر نہیں آتا تاکہ ایک دوسرے Client کو توجہ دے سکے۔ جب وہ وقت مقررہ کے بعد Client تک پہنچتا ہے تو اس وقت تک عدالت کا وقت ہی گزر جاتا ہے۔ اگلے ماہ جب پھر عورت آتی ہے تو اسے گیارہ بجے عدالت میں پیش ہونے کا حکم دیا جاتا ہے مگر مقررہ وقت پر پہنچنے پر اسے پتہ چلتا ہے کہ جج چائے کے وقفہ کے لئے چلے گئے ہیں۔ پھر کبھی دوپہر کے کھانے کا وقفہ آجاتا ہے۔ اس طرح سے کیس طویل سے طویل تر ہوتا جاتا ہے۔ یہ وکلاء کی عمومی صورت حال ہے مگر ہر جگہ اچھے افراد بھی ہوتے ہیں۔

۳۔ آرٹیکل I-25 کے مطابق قانون کے سامنے، تمام شہری برابر ہیں۔ آرٹیکل II-25 کی رو سے خواتین کے تحفظ کے لئے قانون سازی کی جائے۔ Article-35 کے مطابق ریاست اس امر کی پابند ہے کہ وہ ازدواجی زندگی، خاندان، ماں اور اولاد کو تحفظ فراہم کرے۔ Article37cd سستا اور فوری انصاف فراہم کرنے کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔ درج بالا قانونی شقیں خواتین کے لئے باعزت زندگی گزارنے کے لئے بنیاد فراہم

کرتی ہیں تا کہ سرِ دست طلاق کی نوبت ہی نہ آئے اور اگر طلاق کے حالات پیدا ہوجائیں تو وہ باعزت طریقے سے گھمبیر صورت حال سے باہر نکل سکے۔

۴۔ Family court کو بالکل الگ تھلگ ہونا چاہئے۔ وہاں صرف خلع کے کیسز ہی حل ہونے چاہئیں۔ ان کا Criminal Courts اور Civil litigation courts سے کوئی تعلق نہیں ہونا چاہئے۔

۵۔ خلع لینے والی خواتین کے لئے ایک الگ سے انتظار گاہ بنائی جائے۔ مخلوط نظام میں خلع لینے والی خواتین کے ساتھ ان کا خاوند کسی وقت کوئی ظلم بھی کرسکتا ہے۔

۶۔ میری ذاتی رائے میں خلع لینے والی خواتین کے لئے حق مہر واپس کئے جانے کا مروجہ نظام ختم کردیا جانا چاہئے کیونکہ حق مہر لوٹایا جانا کوئی دینی فریضہ نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کیا جانا چاہئے کہ حق مہر کا لوٹایا جانا جج کی صوابدید پر چھوڑ دیا جانا چاہئے کہ وہ غلطی کا تعین کرکے حق مہر لوٹانے کا فیصلہ دے۔ اگر عورت غلطی پر ہو تو وہ 25 فیصد حق مہر لوٹائے لیکن اگر وہ غلطی پر نہ ہو تو وہ حق مہر سے کچھ بھی واپس نہیں کرے گی۔

۷۔ طلاق یافتہ عورت کی زندگی کو تلخی سے بچانے کے لئے ریاستی قوانین میں اصلاحات درکار ہیں۔

۸۔ نکاح نامہ میں ترمیم کی ضرورت ہے۔ اس میں جہیز کی مختصر تفصیل دی جائے۔ مگر نکاح نامہ کے ساتھ جہیز کی اشیاء کی پوری لسٹ نتھی کی جائے اور خاوند ان کی وصولی کے دستخط کرے۔ اگر کسی شادی شدہ جوڑے میں طلاق کے ساتھ جدائی ہوجائے تو اس صورت میں خاوند پورا جہیز واپس لوٹانے کا پابند ہوگا۔

۹۔ نکاح رجسٹرار کے لئے لازم ہے کہ شادی سے ایک دن قبل نکاح نامہ پڑھ کر شادی شدہ ہونے والی عورت کو دلہن بننے سے پہلے پڑھ کر سنائے اور عورت پھر اپنے دستخط کرے۔ آیا عورت اپنی شادی منسوخ کرنے کا قانونی حق رکھنا چاہتی ہے یا نہیں۔ یہ اس کو خود فیصلہ کرنا چاہئے اور وہ یہ فیصلہ تبھی کرسکتی ہے کہ جب اسے سارا کا سارا نکاح نامہ پڑھ کر سنایا جائے۔

۱۰۔ عوام الناس کو ازدواجی زندگی خوشگوار طریقے سے گزارنے، خاوند و بیوی کے حقوق و فرائض، بچوں کے حقوق و فرائض اور طلاق کے بارے میں فریقین کے حقوق و فرائض پر تعلیم دی جانی چاہئے۔ نکاح رجسٹرار کو یہ تمام امور شادی سے پہلے مرد و عورت کو بتانے چاہئیں۔ اگر مرد و زن زوجین کے حقوق پر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے خطابات سنیں تو انہیں یقیناً بہت زیادہ فائدہ ہوگا اور میاں بیوی اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے کی بجائے اپنے فرائض کی ادائیگی میں زیادہ کوشاں ہوں گے۔ مرد و زن کے حقوق و فرائض کے بارے میں آگہی پیدا کرنے کے لئے طلباء و طالبات کو سکول اور کالج سے ہی ان امور کی تعلیم دی جانی چاہئے تا کہ وہ عملی زندگی میں ایک دوسرے کا حق پہچان کر اسے ادا کرسکیں۔ ☆☆☆☆☆

پاکستان میں قانون خلع میں اصلاحات

پر نامور شخصیات کا اظہار خیال

عالیہ ملک

(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ، ایسوسی ایٹ لائر فیملی لاء)

سب سے پہلے میں غزالہ حسن قادری کو مبارک باد دینا چاہوں گی اور اپنی طرف سے خاص شکریہ ادا کرنا چاہوں گی کہ انہوں نے اپنے Thesis کے لئے اتنے خوبصورت موضوع کو چنا اور ہمیں موقع ملا کہ ہم انتہائی اہم موضوع پر بات چیت کرسکیں۔ میں ایک عرصہ سے خواتین کے مسائل پر کام کررہی ہوں۔ فیملی لاء ایک بہت بڑی فیلڈ ہے۔ ہم خواتین اور بچوں پر کام کرتے ہیں۔ اس میں سب سے بڑا مسئلہ خواتین کا ہی آرہا ہے۔ مرد تو پیدائش کے ساتھ ہی طلاق کا حق لے کر پیدا ہوتا ہے لیکن طلاق کے بعد عورت کا کوئی حق نہیں رہتا۔ یہ ایک انتہائی افسوس ناک حقیقت ہے۔ اسلام نے شادی کے وقت عورت سے اس کی رضا مندی کو پوچھنا بھی لازم قرار دیا ہے جسے ہمارے معاشرے میں انتہائی برے طریقے سے نظر انداز کیا جاتا ہے۔ ایک طرف نان ونفقہ کا ذمہ دار مرد کو قرار دیا گیا ہے تو دوسری طرف عورت پر کسی طرح کے ظلم وستم کی سختی سے ممانعت کردی گئی۔ شادی ایک ایسا متبرک تعلق ہے جس میں دونوں فریقین کو ایک دوسرے کے ساتھ پیار و اور محبت عزت و احترام کے ساتھ رہنے کا پابند بنایا جاتا ہے بلکہ اس کی کچھ حدود و قیود کا بھی احترام کرنا پڑتا ہے۔ اگر فریقین اس حدود و قیود کو قائم نہ رکھ سکیں تو انہیں اپنے اپنے فرقے اور ملکی قوانین کے مطابق الگ ہونے کا اختیار ہے۔

1939 کا ایکٹ جو آج بھی ہمارے وطن عزیز میں رائج ہے آج بھی عورت اگر طلاق کے لئے عدالت میں جانا چاہے تو اسی قانون کے تحت عدالت سے رجوع کرسکتی ہے۔ اس قانون میں کچھ وجوہات بتادی

گئی ہیں جن کو اگر خاتون عدالت میں ثابت کردے تو پھر عدالت خلع کی ڈگری عورت کے حق میں دے دیتی ہے۔ ان میں سے چند ایک کو آپ کے ساتھ شیئر کرنا چاہوں گی مثلاً ایک عورت کا شوہر گھر سے عرصہ 4 سال تک غائب رہے۔ خاتون سے اس کا کوئی رابطہ نہ رہے اور کسی کو اس کا کوئی علم نہیں۔ اس صورت میں عورت اس وجہ سے بھی طلاق لے سکتی ہے۔ دوسری وجہ اگر شوہر 2 سال تک خرچہ فراہم نہیں کرتا۔ اس پر بھی عورت طلاق لے سکتی ہے۔ اگر شوہر کو کسی بھی عدالت سے 7 سال کی قید ہوجائے۔ اس پر عورت عدالت میں جا کر طلاق لے سکتی ہے۔ اگر 2 سال کے عرصہ میں In seen رہے۔ ذہنی توازن کھو بیٹھے تو اس صورت میں عورت عدالت میں جا کر طلاق لے سکتی ہے۔

ایک بہت اہم وجہ جو اکثر خواتین کو معلوم نہیں ہوتی۔ ہمارے Muslim Law آرڈیننس کے تحت ہماری شریعت اجازت دیتی ہے مرد کو چار شادیوں کی لیکن قانون نے اس پر قدغن لگائی ہے کہ وہ اپنی پہلی بیوی یا بیویوں سے بذریعہ یونین کونسل اجازت حاصل کرے۔ اگر وہ اجازت کے بغیر دوسری شادی کرلیتا ہے تو اس گراؤنڈ پر بھی عورت عدالت سے طلاق کی ڈگری لے سکتی ہے۔ ایک اور وجہ کم عمری کی شادی کا رواج بھی ہمارے خطے میں ہے۔ اگر 16 سال کی چھوٹی بچی کی اس کے والدین یا سرپرست شادی کردیتے ہیں تو بچی اس بنیاد پر طلاق لے سکتی ہے کہ میری کم عمری میں شادی کردی گئی جبکہ اب میں بالغ ہوگئی ہوں اور اب میں یہ شادی قائم نہیں رکھنا چاہتی۔

اس کے علاوہ بڑی اہم گراؤنڈ یہ بھی ہے کہ اگر شوہر ظلم کرتا ہو اور ظلم کی تعریف بھی قانون نے بہت وسیع کردی ہے۔ اس ظلم میں مار پیٹ تھپڑ مارنا، ڈنڈے مارنا یہ تو بظاہر نظر آتا ہے لیکن اگر وہ طعن و تشنیع کرتا ہے۔ اگر وہ ذہنی اذیت دیتا ہے تو وہ بھی اسی ظلم کے درجے میں آتا ہے۔ اسی طرح اگر وہ بری عورتوں سے میل میلاپ رکھتا ہو۔ عورت کو غیر اخلاقی زندگی گزارنے پر مجبور کرے یا مذہب پر عمل کرنے کی اجازت نہ دے۔ عورت کی جائیداد کو ضائع کر ڈالے یا اپنے استعمال میں لے آئے یا عورت کو اس کی جائیداد پر اس کا حق استعمال نہ کرنے دے۔ اگر عورت کا اپنا مکان ہے اور اس کا کرایہ خود لینا چاہتی ہے۔ وہ نہ لینے دے اور خود رکھے۔ یہ ساری باتیں ظلم کی تعریف میں آئیں گی۔ یہ باتیں بھی عورت ثابت کر کے طلاق کی ڈگری لے سکتی ہے۔ یہ وہ وجوہات ہے جن کو عورت عدالت میں اپنے گواہوں کے ذریعے ثابت کرے گی۔ عدالت ان وجوہات کا ثبوت لینے کے بعد طلاق کا کیس ڈگری کردے گی۔ اس صورت میں وہ اپنے مہر کی رقم کی پوری حقدار ہوگی۔

اس سارے عمل میں بہت لمبا عرصہ لگتا ہے گو کہ قانون نے 6 ماہ کا عرصہ دیا ہے۔ اس طرح

Dissolution کا کوئی بھی کیس ہوگا اس کا 6 مہینے میں فیصلہ کرنا ضروری ہوگا لیکن جب شہادتوں پر کیس چلا جاتا ہے تو اس میں بہت ٹائم لگتا ہے۔ ہم وکلاء وقت بچانے کے لئے عورت کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ خلع کی گراؤنڈ لے سکتی ہیں اور خلع کی بنیاد میں عدالت میں جاسکتی ہیں۔

2002ء سے پہلے خلع لینا بھی کوئی آسان کام نہیں تھا۔ خلع بھی طلاق ہی کی ایک قسم ہے۔ جس طرح مرد عورت کو طلاق دے سکتا ہے اس طرح عورت مرد سے طلاق لے سکتی ہے۔ لیکن فرق کیا ہے کہ طلاق کا حق جو مرد کے پاس ہے وہ انتہائی مطلق بااختیار اور بغیر کسی شرط اور قدغن کے ہے۔ وہ ایک مطلق اختیار ہے۔ وہ جب چاہے اس کو استعمال کرسکتا اور اپنی بیوی کو فارغ کرسکتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں عورت کے پاس خلع کا حق ہے۔ خلع کے حق کے لئے اس کو عدالت سے رجوع کرنا پڑتا ہے۔ 2002ء سے پہلے اس کو اپنی نفرت، ناپسندیدگی اور نہ رہنے کی وجہ عدالت کو بتانا پڑتی تھی اور عدالت کو مطمئن کرنا پڑتا تھا۔ اگر بیوی کے گواہوں سے عدالت مطمئن ہے اور اس نتیجے پر پہنچتی ہے کہ اس کو اپنے شوہر سے ٹھیک نفرت ہے اور یہ دونوں اللہ کے قائم کردہ حدود میں نہیں رہ سکتے۔ پہلے عدالت سال دو سال کیس چلانے کے بعد عورت کے حق میں فیصلہ کرتی تھی۔ جس کے لئے بہت مسائل کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔

2002ء میں ایک ترمیم آئی۔ پہلے قانون میں خلع کے لئے یہ تھا کہ جو فائدہ عورت نے اٹھایا تھا وہ سارے کے سارا واپس کرنا پڑتا تھا مثلاً پلاٹ وغیرہ۔ اس طرح عورت کے خلع لینا ایک عذاب بن جاتا تھا اور عورت خلع کے لئے اس لئے نہیں جاتی تھی کہ میں اس کو کیسے واپس کروں گی۔ 2002ء کی ترمیم میں حق مہر کی حد تک پابند کردیا گیا۔ اگر شوہر نے ادا کیا ہے تو واپس کرنا پڑے گا اگر نہیں دیا تو معاف کردے گی اور حق مہر شوہر سے وصول نہیں کرے گی۔ ہمارے لاء میں خلع کا لفظ ہی نہیں آیا۔

پھر Family Court act میں ترمیم کی گئی اس میں کہا گیا کہ اگر میاں بیوی میں صلح نہیں ہوتی تو کورٹ خلع کے کیس کو فوری ڈگری کردے گی۔ اس وقت خلع کا لفظ استعمال ہوا اور اگر عورت خلع کے لئے جاتی ہے تو وہ صرف حق مہر دے گی۔ علاوہ ازیں بری کے زیورات یا پلاٹ دیا تو اس کو واپس کرنے کی پابند نہیں۔ یہ تھوڑی سی کمی آئی عورت کے مسائل میں، 2015ء میں ایک اور ترمیم آئی ہے جس میں اور تھوڑی سی آسانی پیدا ہوگئی ہے۔ جب خاتون کیس فائل کرتی ہے فیملی کورٹ کو تو اس کے شوہر کو نوٹس جاتا ہے۔ اس کے بعد شوہر کی

طرف سے جواب دعویٰ آتا ہے۔ اس جواب دعویٰ کے بعد عدالت ایک تاریخ مقرر کرتی ہے جس کو ابتدائی مصالحت کہتے ہیں۔ اس مصالحت کی تاریخ پر میاں بیوی کو بلایا جاتا ہے۔ عدالت ان کو موقع دیتی ہے کہ اگر جذبات میں آکر اور غصے میں یا کسی غلط فہمی کی بنیاد پر کیس فائل ہوگیا ہے تو وہ مصالحت کرلیں اور کیس ختم ہوجائے۔ لیکن اگر شوہر یا خاتون دونوں میں سے کوئی ایک کہتا ہے کہ میں نے اب آباد نہیں ہونا۔ میرا پکا فیصلہ ہے بس اس سے علیحدہ ہی ہونا ہے تو اب قانون کے لئے لازم ہے کہ اس وقت خلع کا کیس عورت کے حق میں کردے۔

حق مہر کی دو قسمیں ہوتی ہیں جو فوراً دعویٰ کرے اس کو دینا پڑتا ہے۔ شوہر پابند ہے کہ اس کو دے۔ اگر عورت کا شوہر فوت ہوجائے یا شوہر طلاق دے پھر وہ لینے کی پابند ہے عورت دعویٰ کرسکتی ہے۔ 2015ء کی ترمیم آئی ہے اگر وہ فوری طلب کرنے والا حق مہر ہے تو پھر خاتون 25% چھوڑے گی۔ باقی 75 فیصد لینے کی حقدار ہے پورا نہیں چھوڑے گی وہ خلع بھی لے گی اور خلع کی صورت 50% چھوڑیں گی۔ جس سے حالات کافی بہتر ہونے کے چانسز ہیں۔

یہ ہمارے مذہب نے ہمیں حق دیا ہے۔ یہ Awareness کرنے کی بات ہے جو ہم چھپاتے پھر رہے ہیں۔ اگر آپ اسلام کے پس منظر میں بات کریں وہ عورتوں کے لئے زیادہ موافق ہے۔

جسٹس ناصرہ جاوید اقبال

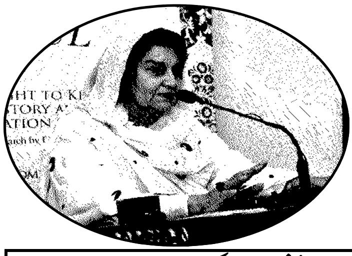

(انٹرنیشنل لاء ایکسپرٹ اینڈ لیگل سکالر)
(President of concerned citizens of Pakistan Society CCP)

خلع کا اختیار ہمارے سپریم کورٹ نے 1967ء میں دیا تھا۔ خورشید بی بی ولد بابو محمد امین کا کیس ہے جس میں پانچ ججز نے فیصلہ کیا Page97 سپریم کورٹ۔ اگر کوئی عورت ان حدود کے ساتھ رہنا ممکن نہ سمجھے جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کی ہیں تو وہ خلع لے سکتی ہے۔ اس کا حوالہ دیا مغیث سے شادی ہوئی تھی بریدہ کی اور بریدہ نے درخواست کی آنحضور ﷺ سے۔ آپ ﷺ نے فرمایا آپ اس کے ساتھ رہنے کی کوشش کریں۔ تو اس نے پوچھا حضور ﷺ! یہ آپ کا مشورہ ہے یا آپ کا حکم ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں حکم اس معاملے میں دے ہی نہیں سکتا۔ جب حضور ﷺ نے فرمایا میں حکم نہیں دے سکتا تو کسی قاضی کو اجازت نہیں کہ وہ کسی عورت کو کہے

جاؤ اپنے گھر میں بسو۔ اس کی بنیاد پر ہمارا قانون 2002ء اور 2015ء ہے۔ یہ اختیار اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دیا ہے۔ اگر عورت نہیں رہ سکتی تو اپنے آپکو شادی کے بندھن سے علیحدہ کرسکتی ہے۔ %25 دینا اس لئے ہے کہ اگر کسی عورت کو کسی آدمی کے گھر جانا ہے تو وہ اس کے گھر میں جو بھی کرتی ہے اس کی بھی کوئی قیمت ہوتی ہے۔ وہ اس کی کوئی Slave تو نہیں ہے۔ اس بات کو بھی سوچنا چاہئے کہ وہ اس کے گھر میں کتنا عرصہ رہی۔ %25 چھوڑ سکتی ہے۔ باقی اس کے پاس رہے گا۔ ابھی اس کو حق مہر نہ ملا تو %50 وہ لے سکے گی %50 چھوڑ دے گی اور یہ بہت اچھا ہے جو آئین اور قانون میں تبدیلی آئی ہے یہ عورتوں کا حق تھا۔

یہاں بات خلع کی ہے خلع کے بارے ہمارا قانون فیملی لاء ایکٹ کہتا ہے ابتدائی مصالحت کے لئے شوہر کو نوٹس دیں گے۔ 8 دن کے اندر نوٹس دیتے ہیں پندرہ دن کے اندر اس کو آنا ہے۔ مصالحت میں کہتے ہیں بیوی کو کہ تم اس کے ساتھ صلح کرنا چاہتی ہو۔ صلح کرلو۔ اگر ابتدائی مصلحت میں وہ فیل ہوجائے۔ ہمارا قانون کہتا ہے قاضی پر لازم ہے کہ فوری طور پر ایک پل کا وقفہ کئے بغیر طلاق دے دے۔ جو جرمانہ ہے۔ عورت کو %25 یا %50 اس کے علاوہ اس سے کچھ نہیں لیا جاسکتا۔ اگر اس نے موجل حق مہر دے دیا ہوا ہے۔ یہ ثابت کرنا مرد کا کام ہے کہ بیوی نے لے لیا ہوا ہے۔ اس کی کوئی لکھت پڑھت ہے یا نہیں۔ اگر وہ ثابت نہیں کرسکتا تو اس کو کچھ بھی نہیں دینا۔

یہ صورتیں ہیں خلع اس پر ہمارا قانون بالکل واضح ہے۔ ہر ایک عورت کو پتہ ہونا چاہئے اور بتا بھی دینا چاہئے۔ ہمارا قانون عورت کو خلع کا حق دیتا ہے۔ جس طرح مرد کو حق ہے طلاقوں کا۔ یہ وہ یونین کونسل کو لکھ دے اور یونین کونسل کو لکھنا ضروری ہے اس کے بغیر طلاق نہیں ہوتی۔ اگر وہ سمجھے 3 طلاقیں دے اور دھکے دے کر باہر نکال دیا ویسے بھی اس طرح کی طلاق اسلام میں بڑی سختی سے منع ہے۔ جب تک مرد کے پاس طلاق کا سرٹیفکیٹ نہ ہو اس پر لازمی ہے کہ وہ بیوی کو خرچہ دے اور 2 سال اگر میاں خرچ نہ دے تو بیوی طلاق لے سکتی۔ وہ کہہ دیتا ہے کہ میں دبئی میں تھا اور Money Order ماں باپ کو بھجواتا تھا۔ ماں باپ بیوی نہیں ہے۔ بیوی کے ساتھ شوہر کا Contract الگ ہے۔ ماں باپ تو رکھ لیتے ہیں اور بیوی کو گھر میں غلام کی طرح Treat کرتے ہیں۔ اتنا زیادہ واضح ہوگیا ہے ہمارا قانون کہ عورت کو بہت آسانی ہے۔ کوئی عورت طلاق نہیں لیتی جب تک امر مجبوری نہ ہو۔ لہٰذا خلع کا یہ حق ہمیں ہمارے حضور ﷺ نے دیا ہے اور یہ قرآن مجید میں ہے تو ہم ان باتوں کو کیوں جھٹلائیں؟

Brig (Retd) Iqbal Ahmed

(Vice President MQI)

Dr. Ghazala Hassan Qadri, Distinguished guests, Ladies and gentlemen. It is my privilege this evening to welcome you all to this important gathering for eulogizing the courageous stance of Dr. Ghazala in picking up a topic so intrinsic to the fabric of every Muslim family. The topic selected for the thesis work is the grant of the provision of Khula to the Muslim Women in Pakistan. This provision of exercising the right to khula by Muslim women has been misused and misinterpreted by the ignorant Mullah denying them the very right ordained to them by the Lord and the Prophet PBUH. Interpreting this provision according to male dominated vims and wishes it has been made anathema even to mention it for the very reason of avoiding the societal backlash and ill-repute brought upon the family.

Dr. Ghazala Hassan Qadri, has very ably selected this sensitive theme expounding upon the various aspects of neglect this law is suffering from. I am certain that in times to come, benefitting from this study, the fog of uncertainty, ignorance and constricted thinking will lift paving way for a pragmatic adoption of the law in favour of the Muslim women all over. The need for an expose on this difficult but all important topic existed since long. But for its difficult nature and the inherent societal resistance it is expected to receive from the male dominated society only a courageous person basking in the intellectual glow of Syakh ul Islam could grapple with this theme. She has done justice to the work and i can see the steaks of

enlightenment from Syakh ul Islam radiating from the study.

I on my own and on behalf of the audience congratulate Dr. Ghazala for the successful competition of the Coctoral Undertaking acquitting herself with flying colours. Let us not forget that she is a mother, a wife and a Daughter in Law also advisor to HSI, and had to concurrently discharge her duties towards all these spheres. An Erudite Law Student she picked up the right theme and has done full justice to it. The study will find its way to release many from the oppression that they have been suffering purely for having been ignorant about their matrimonial rights. The enlightenment, I hope will transcend the bounds and borders and will reach where ever a Muslim woman is being kept away from her fundamental right bestowed upon her by the Creator Lord and The Messanger of Allah PBUH.

I once again thank you the distinguished guest, ladies and gentlemen for having joined us on this auspicious occasion.

خرم نواز گنڈا پور

(سیکرٹری جنرل PAT، ناظم اعلیٰ MQI)

محترم ڈاکٹر غزالہ حسن قادری کو مبارک باد دیتا ہوں۔ محترمہ غزالہ حسن قادری نے واقعی بہت عظیم کام کیا ہے۔ موضوع کے حوالے سے میں سمجھتا ہوں سب سے بڑی نالائقی والد کی اور اس کے ساتھ والدہ کی ہے جو عورت اپنی بیٹی کو بیاہ کے دے رہی ہوتی ہے خود اسی مرحلے سے گزری ہوتی ہے۔ وہ بھول جاتی ہے میں جس مرحلہ سے گزری ہوں کل میری بیٹی نے بھی اسی مرحلہ سے گزرنا ہے۔ ہمارے ہاں شادی کے معاملات میں تربیت کی بہت کمی ہے۔ آپ نے بہت broad subject کو Cover کیا ہے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے آئین کے سیکشن

62,63 کی جتنی وضاحت کردی ہے اور پورے پاکستان کو سمجھا دیا ہے۔ اب آگے جنہوں نے عمل کروانا ہے وہ ارباب اختیار ہیں۔ یہ ان قوموں کی خوش قسمتی ہے جن کے ارباب اختیار نے ایسا معاشرہ تشکیل دیا جن میں انسان (human) کو پہلے رکھا گیا اور ارباب اختیار کو بعد میں رکھا گیا۔

اسلام نے تو ایک بلند مقام ایک عورت کو دیا۔ اس زمانہ جہالت میں جب پورا مغرب ابھی غاروں میں رہتا تھا لیکن ہم نے 70 سالوں میں اسلامی معاشرہ تشکیل دینے کی کوشش ہی نہیں کی۔ ارباب اختیار نے جہالت کو encouage کیا۔ جب انگریز آیا اس نے Systemtically اسلامک ٹیچر کو بے عزت کیا۔ ہمارا دوہرا مسئلہ ہے ایک یہ کہ ہمیں معلوم نہیں کیا ہمارے حقوق ہیں۔ دودسرا یہ کہ باپ کو چاہئے بیٹی کو بٹھائے اور اس کو بتائے کہ یہ یہ مسائل ہوتے ہیں۔ اگر ایسا نہیں کرتے تو بہت سے مسائل جنم لیتے ہیں۔ ہمارے معاشرہ میں کہا جاتا ہے اگر عورت کو طلاق کا حق (right of divorce) دے دیا جاتا ہے ’’لڑکیاں ہاتھ سے نکل جاتی ہیں‘‘ لیکن وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ اگر آپ نے اپنے بچوں کو اچھی تربیت کی ہوئی ہے وہ ایسا کبھی نہیں کرتیں۔ ہوسکتا ہے صرف 1 یا 2 فیصد ہو۔ باقی اکثریت حالات سے تنگ آکر خلع لیتی ہے۔ میں آخر میں سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میرا خیال ہے منہاج کالج میں نکاح و طلاق کے مسائل ضرور پڑھانے چاہئیں اور طلبہ کو نکاح نامہ پڑھانا چاہئے۔

بی بی صغراں

(ایل ایل بی۔ پنجاب یونیورسٹی لاء کالج لاہور
(صدر منہاج القرآن ویمن لیگ بارسلونا)

سب سے پہلے تو ہمارے لیے بڑے فخر کی بات ہے کہ یہ Thesis نہ صرف ایک خاتون کی کاوش ہے بلکہ وہ خاتون ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی بہو ہیں۔ آج کے پرفتن دور میں مذہبی گھرانوں کی خواتین کی حوصلہ افزائی نہیں کی جاتی مگر کوشش اس سوچ کو غلط ثابت کرے گی ۔

آج کی ماڈرن خاتون جو اسلام کو Practice کرنا اپنے لیے معیوب سمجھتی ہے اور اس کا خیال ہے کہ اسلام اس کے بنیادی حقوق اور آزادی کی نمائندگی نہیں کرتا ۔اس خاتون کو اعتماد ملے گا اور وہ اس کو

Accept کرے گی۔ اسلام کو پڑھنے کا سوچے گی اس مقالہ سے خلع کا رائٹ واضح ہو جائے گا جس سے اس کو کم از کم معیوب سمجھنے کی ریشو کم ہوگی۔

وہ خاوند جو زبردستی اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھنا چاہتا ہے اور طلاق دے کر اس کو آزاد نہیں کرنا چاہتا وہ کب یہ چاہتا ہے کہ اس کو خلع کی اجازت دے مگر اب خاوند کی اجازت کے بغیر خلع لینے سے عورت کیلئے بہت ساری آسانیاں پیدا ہوں گی۔

ڈاکٹر شاہدہ نعمانی

(پی ایچ ڈی سوشل ورک) (اسسٹنٹ پروفیسر یونیورسٹی آف ویٹرنری اینڈ اینمل سائنسز)

محترمہ غزالہ حسن قادری جہاں تحریک کا ایک عظیم ستون ہیں وہیں انہیں ہمارے محبوب قائد کی خدمت گزاری کا شرف بھی عطا ہوا ہے۔ اور وہ ہماری آئندہ قیادت کی تربیت کی امین بھی ہیں۔ ان ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ اپنی تعلیم کی تکمیل، ایک عظیم کارنامہ ہے جس پر انہیں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتی ہوں۔ اس موقع پر قائد محترم کی شخصیت کے ایک پہلو پر بھی تبصرہ لازم ہے عموماً بڑی شخصیات برگد کا وہ درخت ہوتی ہیں جن کے نیچے دیگر پودے پنپ نہیں پاتے لیکن قائد محترم کی سرپرستی میں نہ صرف ان کا خاندان بلکہ تحریکی کارکنان نے اپنے صلاحتیوں کو ضرب دے کر نقطہ کمال تک پہنچایا ہے خصوصاً خواتین کو تعلیمی، تربیتی اور سماجی میدان میں نئی راہیں عطا کی ہیں خصوصاً غزالہ باجی کا موضوع ہذا بھی ہدیہ تبریک کا مستحق ہے۔ خلع جیسے موضوع پر تحقیقی مقالہ پاکستانی عورت کے سماجی مسائل کے حل میں معاون ثابت ہوگا۔ جب کسی عورت کے عائلی معاملات حد سے تجاوز کرتے ہیں تو وہ خلع کا دروازہ کھٹکھٹاتی ہے لیکن ہمارا عدالتی نظام، کوٹ کچہری کے معاملات اور ماحول کی بناء پر اس کو تلخ ذہنی اور اعصابی مراحل سے گزرنا ہوتا ہے۔ محترمہ غزالہ باجی نے اپنے تحقیقی مقالہ میں جہاں قانونی اصطلاحات پر مواد پیش کیا ہے وہاں قانون کے حصول کی فراہمی کو آسان بنانے پر تجاویز بھی دی ہیں اگر ان مجوزہ اصلاحات کو حقوقِ نسواں کی تحریک کا حصہ بنایا جائے تو پاکستانی عورت کے استحکام کے لیے ایک مستحسن قدم ہوگا۔ ☆☆☆☆☆

انتباہ! یہ بات مرکز کے نوٹس میں آئی ہے کہ تحریک منہاج القرآن کے تنظیمی اور ذیلی فورمز کے بعض عہدیدار اور کارکنان گوادر اور دیگر **ہاؤسنگ سوسائیٹیز** میں پلاٹوں کی خرید وفروخت کا کاروبار کر رہے ہیں۔ یہ ان احباب کا ذاتی کاروبار ہے اور تحریک منہاج القرآن کا ان کے کاروبار سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ احباب اپنے لین دین/نفع نقصان کے خود ذمہ دار ہوں گے اور کسی کو بھی اس حوالے سے کسی بھی قسم کی کوئی شکایت مرکز میں لانے کا کوئی حق حاصل نہیں ہوگا۔

معاشرتی ڈھانچے کی تعمیر میں خواتین کے یکساں اختیارات

شیبا طراز

انسان نے جب وحشت سے معاشرت میں قدم رکھا یا یوں کہہ لیجئے کہ جب ڈارون کے بندر نے انسان کے قالب میں خود کو ڈھالنے پر آمادہ کیا تو معاشرے کی تشکیل کے لئے کچھ اصول وضع کئے ان اولین اصولوں میں سے ہی ایک یہ تھا کہ وہ خود شکار کرتا تھا اور عورت اس کا اور اس کے شکار کا انتظار۔ اسی انتظار اور شکار کے گرد وہ سماجی ڈھانچہ وجود میں آیا جس کے تحت ذمہ داریاں ایک دوسرے کو سونپی گئیں۔ یوں زمانے بیتے اور معاشرے تشکیل ہوہوکر مختلف داخلی و خارجی وجوہات کی بنا پر ٹوٹ پھوٹ کا شکار بھی ہوتے رہے۔ اصول وقوانین کے ردوبدل کے ساتھ تازہ رجحانات وجود پاتے رہے۔ بہت کچھ تبدیل ہوا اور بہت کچھ سے کچھ زیادہ اب بھی ایسا ہے جس کو تبدیل ہونا ہے۔ اولین معاشروں کے وجود کے ساتھ ہی مذاہب، عقائد اور گروہی تفکر کا بھی آغاز ہوا اور یوں ایک معاشرہ یا قبیلہ دوسرے سے جداگانہ حیثیت اختیار کرتا چلا گیا۔ زیادہ تر معاشروں میں مرد کی برتری ضرور قبول کی گئی لیکن یہ حقیقت ہے کہ کسی بھی معاشرے کی تکمیل اور فعالیت کی کسی ایک فریق کے بغیر ممکن نہیں۔

اپنے موقف کو طول دینے سے پرہیز کرتے ہوئے ان تمام مذاہب کی بحث کو صرفِ نظر کرتی ہوں جو قبل از اسلام موجود رہے اور اب اسلام کی موجودگی میں بھی پھل پھول رہے ہیں۔ اسلام پر اپنی فکر کو مرکوز کرتے ہوئے چند باتیں ضرور دہرانا چاہوں گی۔

آج سے پینتالیس چالیس سال پہلے بچپن میں گھر میں دس بیبیوں کی کہانی سنی جاتی تھی جو اکثر کسی دعا

یا منت کے پورا ہونے پر یا منت اٹھانے پر سنتے تھے۔ یہ دس مقدس بیبیاں انبیاء کی ازواج یا والدہ اور آلِ محمدؐ کے خاندانوں سے تھیں اور مذہبی وابستگی کی وجہ سے بغیر کسی تفصیل کے ان پاکیزہ ہستیوں سے قلبی لگاؤ رکھنا دینی فرائض میں شامل تھا۔ جب میں کچھ اور بڑی ہوئی تو ایک چھوٹی سی کتاب ''سو بڑے آدمی'' زیرِ مطالعہ آئی۔ ان عظیم آدمیوں میں دو چار خواتین کا تذکرہ بھی تھا۔ ان میں ''جون آف آرک'' کا تعارف بھی شامل تھا لیکن مجھے بچپن سے ذہن نشین ہونے والی دس بیبیوں میں سے کسی کا نام نظر نہیں آیا۔ عمر گزرنے کے ساتھ ساتھ دنیا بھر کی عظیم ہستیوں سے آگہی حاصل ہوتی گئی۔ مجھے کبھی حیرت ہوتی ہے کہ بین الاقوامی تذکروں میں زیادہ تر عظیم عورتوں میں جن کا ذکر ہوتا ہے وہ غیر اسلامی و غیر ملکی خواتین ہیں۔

اسلامی معاشرے کی عورت کو حیا کے نام پر ایسا حجاب اوڑھا دیا گیا ہے کہ اس کا تشخص مجروح ہو کر رہ گیا ہے۔ یقین کیجئے نہ تو میں حجاب کے خلاف ہوں نہ ہی حیا کے۔ اتنا ضرور ہے کہ میں ''آگہی'' کو فوقیت دیتی ہوں چونکہ میں سمجھتی ہوں کہ صرف ''پردے'' کو فوکس کرنے کی وجہ سے دنیا تو دنیا ہم خود بھی اپنے معاشرے میں عورت کی عظمت کے تمام باب اور ساری داستانیں بھلا بیٹھے۔ ہم یہ بھی بھلا بیٹھے کہ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نہ صرف قبل از قبول اسلام ایک بہت بڑے کاروبار کو سنبھالتی تھیں بلکہ بعد میں بھی وہ اپنے کاروبار سے منسلک رہیں۔ جو بعد ازاں اسلام کی ترویج کے لئے کام کرتا رہا۔ ہم ام المومنین حضرت عائشہؓ کی سماجی خدمات کو بھلا بیٹھے جن کے تحت وہ ہر خاص و عام کو مسائل کے حل بھی دیتی رہیں اور اسلامی امور سے آشنائی بھی فراہم کرتی رہیں۔ ہم خاتون جنت حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے ان تمام دروس کو بھلا بیٹھے جن کو سن کر خواتین مشرف بہ اسلام ہوتی رہیں، ان معجزات کو فراموش کر بیٹھے جو آپؑ کی ذات مقدسہ کا حوالہ ہیں۔ کیا ہم اس فاطمہؑ کو نہیں جانتے جو جنگوں کے دوران زخمیوں کی مرہم پٹی کا انتظام کرتی تھی۔ ہم سکینہ بنت الحسینؑ کے رائج کردہ اس اسلامی حجاب کو نہیں پہچانتے جو آج بھی عرب ممالک میں انہی کے نام سے فیشن لائن کے طور پر موجود ہے۔ جبکہ باقی مذاہب میں کرشن کے ساتھ رادھا اور رام کے ساتھ سیتا کھڑی نظر آرہی ہے۔ حضرت عیسیٰؑ سے پہلے حضرت عیسیٰؑ کی ماں مقدس حضرت مریمؑ ہر موڑ پر راہنمائی کر رہی ہے۔ چھوٹی موٹی سینٹ خواتین کے چرچز پورے یورپ میں جابجا پھیلے ہیں۔ یونانی دیوتاؤں کے ساتھ حسن کی دیوی، علم کی دیوی اور بہت سے قوتیں رکھنے والی دیویاں موجود ہیں اور دنیا کے امور سنبھالے ہوئے ہیں۔

جب ہم خدا کی تاریخ، مذاہب کی تاریخ اور دنیا کی تاریخ پڑھتے ہیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ ابھی ہمارے

مذہب میں تبدیلی کی بہت گنجائش ہے۔ اس کمسن مذہب میں ابھی بہت سے قوانین وضع ہونے ہیں۔ مروجہ اصولوں کو تیزی سے تبدیل ہوتے ارضیائی ڈھانچے کے مطابق ڈھالنا ہے۔ آج کی مسلمان عورت کو نہ صرف اپنے ملک یا معاشرے میں بہت سی آزمائشوں کا سامنا ہے بلکہ غیر ممالک میں بھی اسے بہت سے مسائل درپیش ہیں۔ ابھی تو ہم اپنے ملک میں کاروکاری کا نشانہ بنتی عورت اور ونی ہوتی عورت کو بچانے میں ناکام نظر آتے ہیں۔ ابھی ہم اپنے ملک کے ابتر معاشی وسائل اور ان میں گھری عورت کو ہراساں ہونے سے بچا نہیں پارہے، حدتو یہ ہے کہ ہم سڑک پر چلتی یا حجاب عورت پر بھی فقرے بازی سے باز نہیں آرہے۔ کجا غیر معاشروں میں تعلیم پاتی یا روزگار کرتی عورت کے لئے کوئی اسلامی اصول وضع کیے جائیں۔ مجھے لگتا ہے ہمیں نئے سرے سے اپنے مذہبی قوانین کو بھی مرتب کرنا چاہئے اور معاشرتی دباؤ میں آجانے والے اصولوں کو از سر نو تعمیر کرنا چاہیے اس صورت میں اختیارات کے استعمال کا دوبارہ جائزہ لینا ہوگا اور خواتین کو معاشرے کے فعال فرد کے طور پر قبول کرنا ہوگا۔

ابھی علامہ طاہرالقادری صاحب کی صورت امید کی ایک کرن موجود ہے۔ ان جیسے علماء کرام کی علمیت اور انسانی ہمدردی پر ہمیں بھروسہ ہے۔ آپ خصوصاً حقوق نسواں کے نفاذ کے لئے جدوجہد کرنے والوں میں ایک مضبوط اور توانا آواز ہیں۔ قادری صاحب ایک عالم تو ہیں ہی ساتھ ساتھ ایک ایسے دانش ور بھی ہیں جو طاقت نسواں پر یقین رکھتے ہیں اور اس طبقے کی فعالیت میں معاونت بھی کرتے ہیں۔ قادری صاحب کا مطالعہ وسیع اور عمل کھرا ہے۔ ان کے ادارے میں آکر میں نے ہمیشہ یہی محسوس کیا ہے کہ یہاں تنظیم کے ساتھ ساتھ خواتین کی ایک بڑی تعداد ہے جو عام معاشرے سے کہیں زیادہ باشعور اور باعلم ہے۔ یہاں حجاب دوسری خواتین کو نیچا یا کمتر ثابت کرنے کے لئے نہیں اوڑھا جاتا بلکہ اپنے ذاتی تقدس کی شناخت کے بعد اوڑھا جاتا ہے۔ یہاں عورت عورت سے بات کرسکتی ہے اور مرد سے بھی مخاطب ہوسکتی ہے اور مرد بھی عورت کے وقار کو ملحوظ خاطر رکھ کر اور اعتراف عظمت کے بعد اس سے مخاطب ہوتا ہے اور بلاشبہ یہ علامہ طاہرالقادری کے تفکر اور تدبر کا نتیجہ ہے کہ یہاں اس ادارے میں ایک منظّم، مستحکم اور اصولی معاشرے کی جھلک نظر آتی ہے اور خواتین کے اختیارات کا مثبت رجحان بھی دل موہ لینے والا ہے۔

میری دعا ہے کہ ہم اسی معاشرتی سچائی اور خوبصورتی کو اپنے تمام ملک میں پھیلتا، پھلتا، پھولتا دیکھ سکیں۔ آمین

☆☆☆☆☆

"Women Empowerment and Pakistan"

Mamoona Nazir (Research Scholar)

Debate on "Women Empowerment" has gone abroad through the lengths and breadth of the continents. This century provoked more discussions and criticism on women than any other century of human history ever did. There was a time when women were denounced as meddlesome intruder and defective being of society. This misery was completely incomprehensible. Retrospection across the chapters of history it is plain to observe that women have been major victim of war and conflicts since the birth of this planet. History witness the meager frail and extreme weak posture of women hardly successful in the combat of its own survival that is free from the assaults and threshing throbs of surroundings.

Social reformers humanity lovers and mainly religious leaders advocated and upgraded women status and issues more vigorously through commenting and responding meaningfully to the problems. But no religion other than Islam reshaped and transformed status of women to the extent of highness that Jannah lies beneath her feet. In the era when female child was buried alive as a legal custom, Islam honored women by granting protection and unprecedented rights.

Pakistan aroused on the surface of the earth 69 years ago in the name of peaceful, pro-women and main focused religion of the world. Islam in this century is the religion of the majority of people covering half of the civilized

world. The creation of Pakistan was based on the will to free people from discriminations and deprivations they faced in past. Constitution of country established on Islamic principles guarantee equal rights for men and women. Quaid-e-Azam Muhamad Ali Jinnah the founding leader had unequivocally stated,

"It is a crime against humanity that all women are confined within the four walls of their homes like prisoners. They should stand side by side with men as their companions and in all spheres of life".

Fair observation and critical analysis shows that Pakistani women enjoy much better position in society if compared to situation in past. But unfortunately much still has to be done as ideal situation has not been attained yet. Many Laws have been formulated but beside all teachings and constitutional guarantees situation of women is very bleak. She badly suffers from social turmoil, face oppressive patriarchal structure of society and rigid orthodox, non-flexible and stifling cultural customs and traditions. Women are facing virtual annoyance and

immense inconveniences. Challenges have been intensified since recent last years. On the way forward to progress Pakistan is confronting immense hurdles. Uprising radicalism and growing extremism are the major obstacles in the way of progress. The horrendous onslaught of terrorism that has continued globally in recent years has effected world generally and Pakistan particularly. Apart from this Pakistan also suffers from high illiteracy, lack of awareness, good and forward looking leadership rampant corruption and non-utilization of natural resources. Due to lack of awareness people lack the will to advance in their life. Unfortunately, the conservative thoughts are welcomed and strengthened by the cultural

misconceptions and radical self-interpretations of religious teachings. In the name of religion Pakistan faced series of heartfelt and painful tragedies.

Islam and constitution both guarantee equality for people including equality of sexes. Not only west suffers from misconceptions and distortion about religion but also Pakistani society is unaware of the status that Islam that Islam accords to women including the right to property work, wages, choice of spouse, to divorce, education, and equal participation in economic, social and political activities.

Intolerance, imbalance and gender disparities in Pakistani society are pervasively prevalent. Traditional and institutional constraints prevent women to play active role in national sphere of Pakistan. Honor, pride, and passion pave paths for institutionalised domestic violence against women. Due to this Pakistan rank pathetically the lowest in the global development Index and gender and empowerment measures.

Empowering women is empowering society. Concerning Women is concerning progress of entire nation. Benefiting women is benefiting entire society. Putting tools in women's hand is actually supporting global development. Today women in Pakistan need a very special treatment to their critical social problem. All the feminist efforts did not reach to significant turning point or to the edge of result orientation. Due to social and communal challenges, many women fail to participate productively and share their part cooperatively for the betterment of society. It is an urgent need of time to focus women issues in Pakistan. Improvement in educational and health facilities, equality of rights, opportunity building and extending nutrition hygiene and sanitation to the poor urban and rural women are the integrated approaches needed to be addressed soon.

In both traditional and modern societies of Pakistan, women contributes on large scale but her efforts are not made visible and are not much appreciated due to communal and social challenges

Main barriers in achieving results from women efforts are:

Women input are not recognized. This is the main constraint in achieving improved outcome

Poor literacy rate.

Women especially in rural areas lack authority of decision making.

They are restricted to participate in skill development.

Limited access to participate in skill development.

Limited access to education and appropriate health services.

Lack of skills in value addition and marketing.

Overburden and high workload with prolonged malnutrition.

Low skills and low paid activities.

Poor economic policies with no reforms.

Gender disparities

Limited role of women in marketing in farm

Lack of women ownership rights.

Male access to agricultural machinery in rural areas.

Lack of community interest

Non-recognition of women contribution.

Poor Nutrition practices

Constraints in access to agricultural extension.

Women play a pivot role in the entire mechanism of the society. We live in a male dominant society where there is a cultural dominancy of masculine gender which could never be denied. There are certain ties and limitations which mark a boundary line between these two and hence

specific roles are assigned to be practiced individually. In spite of all this women round the glob have now been started recognized as an equal entity of the society as males as they are contributing shoulder to shoulder to men in every progressing aspect of the civilization. In Pakistan like many other developing countries women are more likely to remain as housewives and caretakers of homes rather than doing jobs outside home. In rural areas of Pakistan almost 40 percent of women are assigned to work in fields as well as they works for their homes and children. The whole responsibility of the house and children from giving birth to them to their

adulthood is laid on this feeble creature and it happens many times that working women in fields get a very meager return of their day and night hard work. In urban areas of Pakistan though the trend is gradually getting changed and women are getting skilled education. They are making themselves independent and earning and this transformation in the society is brought by literacy rate elevation and awareness.

Through promoting gender equality and creating suitable environment for women will eventually generate more result. We have to work together to make this society a perfect reflection of humanity by elevating status of women in the societies of Pakistan. Call of an hour is to mold the destiny of women through directing the right sense of direction supported with the perfect model to be followed. We need to serve fully the purpose for which this country was established. To overcome development issues, it is incumbent upon state to initiate programs and projects to achieve gender equity and equality. Interests, problems and potentials of both women and men should be taken into account. Only this can guarantee prosperous Pakistan.

☆☆☆☆☆

Human Rights

Dr. Muhammad Akram Rana (Pro: Deen Islamic Studies)

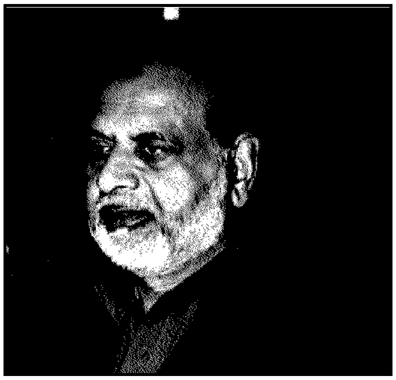

In a developing country like Pakistan, condition of women is miserable. They are not enjoying their due rights at par with men in society due to gender discrimination and lack of awareness. Her deprivation of the share of inheritance, rejection of her consent at the time of marriage, marriage at a tender age, marriage with Quran, increasing rate of divorce, low literacy rate of women, sexual harassment at work place, acid attacks, honour killing and domestic violence are the common traits of society. Women are unaware of their socio political rights in society and have embraced this cruelty and injustice voluntarily or involuntarily. They are being victimized in many ways. Before marriage, she is considered a burden on her parents and after marriage; she is slave of her husband's will. She is burnt and buried barbarically. Widows and divorcees have no respect and financial security in society. Their right to vote is misused by male members of their family, in some parts of country; women have no right even to vote. If she is allowed to vote, then she needs prior permission of her husband to cast vote which undermines her individuality. So her participation in political spheres remains marginalized. Consequently, lack of political awareness proves to be a stumbling block in the social and political empowerment of women

and prevents them to fight for their basic rights.

Our traditional discourse has always been endeavored to justify that women are not eligible to contribute in political matters of state or work outside the home. But they seldom raise voices against this cruelty and injustice

Moreover, though there is a considerable number of women in national legislature who represent women, yet fundamentalist view regarding interpretation and implementation the country's law denies the right of women emancipation. Further this situation aggravates because elected women address merely the concerns of elite class for their own personal gains whereas the state of rural and common women needs more attention. They are failed to address and foresee the critical issues relating women. There are numerous issues which need to be addressed through legislature and Constitutional reform in term of gender equality. Though Islam and Constitution of Pakistan both are favorable to resolve the problems but society has failed to achieve the purpose practically.

So it is highly necessary to gather in form of a unified group on local, provincial and national level in order to resolve these conflicts.

Women are more than half of the population of Pakistan. This segment of society is in need of reforms so that they can contribute towards the process of development of nation.

We intend to highlight the above mentioned disparities regarding women. A research journal should be issued in which issues regarding women which are prevalent in society ought to be discussed. It should focus not only from articulation but also from practical point of view. All problems concerning women issues are

resolved step by step. At initial level, a survey can be arranged to know the severity of the issue as objectivity is the sole purpose to create awareness among women.

We also intend to attract attention of govt. in this respect. We will chart out policies in which several recommendations will be made to be followed by the govt. of Pakistan. This act will prove fruitful in nation building and development of society.

However, I remind and state that we should also heed to the large sermon of the Prophet (PBUH) in which rights of human are protected. I also appreciated, at the end, the contribution of Minhaj Women wing, which is always active for the promotion of Women rights.

☆☆☆☆☆

eLearning by Minhaj ul Quran International:

The Best amongst you is (he) who learns and teaches the Holy Quran.'
(Sahih Al-Bukhari, Volume 4, Hadith # 4739)

Anybody who has computer and Internet can learn with us.

Online Courses

- 1: Reading Quran
- 2: Qirat ul Quran
- 3: Irfan ul Quran
- 4: Translation Quran
- 5: Aqaaid Course
- 6: Fiqh Course
- 7: Hadith Course
- 8: Seerat ul Rasool
- 9: Urdu Language
- 10: Arabic Language
- 11: Naat course
- 12: Hifz ul Quran

Free trial for 3 days

Salient Features:

- Qualified & Trained staff
- One to one class
- Nominal fee
- Female tutor for female student
- You can take class in 3 languages (Urdu, English & Arabic)

For further details:

www.equranclass.com email: elearning@minhaj.org
Land line #: +92-42-35162211 / WhatsApp, Viber & imo : +92-321-6428511

Women's Education: Future for All

Mrs. Farah Naz (Ph.D Scholar, President MWL)

"There are two powers in the world; one is the sword and the other is the pen. There is a great competition and rivalry between the two. There is a third power stronger than both, that of the women." Muhammad Ali Jinnah, Father of the Nation.

The development and betterment of any society relays upon the quality of human life with high standards of ethical norms both for men and woman. Education is pre condition of development, the only tool for progress and growth and pure source for the transformation of society. It ensures the successful evolution of entire nation. Like many other under developing countries, Pakistan is also facing intense challenges in the field of education generally and women's education particularly. Women in Pakistan are still deprived of their basic rights and have limited opportunities in all walks of Life. Female Education in Pakistan, its status and standard particularly is at the lowest ebb.

The state of rural women as compare to urban women needs great and urgent attention. The vast majority of rural women undergo

worst experiences at the hands of feudal lords. They keep women folk ignorant of their fundamental rights. With all force of terror they are deprived to reach health and justice. Lead by ignorance, they abandon women to participate in politics, work professionally and enjoy their financial liberty. Lack of basic education and fundamental awareness leads to gruesome state of women. Due to feudalism power belongs to men in rural sides. They rule over private and domestic life and thus don't allow personal choice in marriage. The barrier and stumbling block of feudalism in women empowerment perish woman of our villages economically, politically and socially. Female literacy rate is 45% against male literacy rate that is 69%. The education in Pakistan shows a bleak picture especially in Baluchistan where education is grim. 70% girls are dropped out from schools in Baluchistan. The overall female literacy rate is 25% which is not satisfying. More than 40% girls never go to schools. In 2013, 64% rural areas females' population never went to school in Baluchistan. No doubt, the ratio of out of school children is rising. Women find it hard to get education, as in rural areas no separate schooling is present. They not only lack contemporary knowledge but unfortunately they are not familiar with the rights and blessings sharia bestow upon them. Local customs prevails as an authority over their matters. Cultural norms misinterpret religious thoughts and thus lead to miserable disastrous. Ignorance about marriage and divorce laws

has been a largest reason subjecting women to social violence. Married Muslim women's perceptions to their right of marriage and divorce (khul?) is very poor and ignorant due to which they remains meager frail, most weak and projected to violence thus creates social imbalance.

Women in Pakistan are more likely suspected to be a caretaker of home as a wife and mother. Society does not warmly allow women to contribute their capabilities in human development. Genders are conceptually segregated into two particular distinct perspectives. Due to gender division of labour, education of boys are prioritized over girls.

Educating women in both spheres is the urgent call of an hour. Women's education is so inextricably linked with the other facets of human development that to make it a priority is to also make change on a range of other fronts; from the health and status of women to early childhood care; from nutrition, water and sanitation to community empowerment; from the reduction of child labor and other forms of exploitation to the peaceful resolution of conflicts.67 Barriers include:

1. Multi-furious socio-cultural preconceptions
2. Economic reasons/hurdles
3. Gender prejudices

It is only education which allows women to participate and amplify their voices and concerns on legislative level. It opens a

chance for women to choice their own life. Women labour lead economy towards sustainable growth and prosperity. As it is universally said "The progress and wellbeing of a country largely depends on the education choices made available to its people". It shapes future destiny. Thus education is only crucial and holistic strategy for change and development in any society. It assures mobility towards health prosperity and life. Only through women education Pakistan can achieve global human development goals as a strong link between women education and international development is measured in recent research.

☆☆☆☆☆

ہم

محترمہ باجی ڈاکٹر غزالہ حسن قادری

ممبر سپریم کونسل منہاج القرآن انٹرنیشنل، ممبر بورڈ آف گورنرز منہاج یونیورسٹی لاہور

کو یونیورسٹی آف برمنگھم یوکے سے ''پاکستان میں قانون خُلع میں اصلاحات''

کے موضوع پر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کرنے پر

مبارکباد پیش کرتی ہیں

منجانب: منہاج القرآن ویمن لیگ انٹرنیشنل

Interviewee: Dr. Ghazala Hassan Qadri

Interviewer: Sana Waheed

Assalam-o-Alaikum Madam! Thank you for your precious time for this interview.

1. How are you?

Alhumdulilah I am very well thank you.

2. What made you choose to do a PhD?

From a very young age my parents instilled the importance of education to my siblings and myself and it was ingrained within us from a very young age that knowledge can be an empowering tool with the correct intentions. Reading is also a great passion of mine so this naturally led me to always try and excel in my studies. However being under the patronage of Shaykh-ul-Islam has taught me many things. Shaykh-ul-Islam's thirst for knowledge knows no bounds and his continuous research into the most inner depths of every aspect of life is truly amazing. One of the primary aims of Minhaj-ul-Quran International (MQI), particularly through its Women League forum is to work towards the empowerment of women within all sectors of society - both nationally within Pakistan and internationally world wide. To provide a moderate vision of Islam within which women are independent and autonomous individuals with rights and responsibilities and to follow the true Prophetic path laid down by the Holy Prophet (saw) who fought against patriarchy and the disempowerment of women -and indeed provided a wonderful charter of rights to women both within the public sector and personal Muslim law itself. Shaykh-ul-Islam - through his immense knowledge and intellectual contribution in the form of his hundreds of books and thousands of lectures has not only been a beacon

of light to Muslim women by resurrecting and reminding us of our highly esteemed status within Islam but has practically given us a unique voice and a platform from which to promote and enhance the position and status of women within Pakistan and world wide. The MQI organizational network exists today in over 90 countries - and in almost all of these countries Minhaj-ul-Quran International has established Minhaj-ul-Quran women leagues and sisters youth leagues, Minhaj Sisters and Student wings. As such this PhD is merely a very humble reflection of the great work that the Minhaj women's and sisters youth leagues are conducting worldwide.

3. Why have you chosen to study a PhD at the University of Birmingham?

Being a mother and having numerous responsibilities at home I was unable to commit to a rigid PhD course that required me to attend fulltime university or be on campus regularly. So I was lucky that the School of Philosophy, Theology and Religion at the University of Birmingham opened up a new course that allowed candidates with previous research experience, to enroll in a PhD course that would be supervised through online courses and supervision. I was only required be on campus a few weeks every year to attend some intensive workshops, and all other aspects of my course requirements were fulfilled online. Moreover the University of Birmingham has a good reputation in the UK for research, which made the choice much easier to make.

4. What influenced your choice of this research topic?

Islam is often equated with the subjugation of women and the curtailing of their rights and freedoms, particularly within the marital sphere. Unfortunately this position is not only reflected within western literature but is also practiced by some scholars in the Muslim world too. Patriarchal cultural norms and pre-existing social mores have affected certain

interpretations of the Quran and Sunnah to the detriment of women. Moreover Muslim women are also often portrayed as a hegemonic entity, who are downtrodden and passive victims of religion and culture combined. The khula', I felt, represented a broad spectrum from which to address these issues. A female initiated divorce right, on paper appears to be quite empowering, particularly since it challenges male notions of exclusivity within divorce rights. However is this a type of 'empowerment' that women even want or yearn for - and if not why not? These are the types of issues that my thesis explores - not only focusing on women who opt for a khul' but those who do not and how they navigate marital problems.

5. Tell me about your previous honors and degrees?

I graduated from the University of Southampton with a LLB Honors degree, after which I attended Law School in London and attained my postgraduate diploma in law that allowed me to begin practice as a trainee solicitor. Thereafter I trained as a solicitor and completed all my professional requirements and examinations in this field, with a particular emphasis in family law. Later I obtained my Master in Laws (LLM) focusing on International Law.

6. What have you planned to do now after completion of your PhD?

After a short sabbatical my next long term aim is to publish some of my chapters in some journals and ultimately prepare my thesis in the form of a book. However in the short term I intend to give more time to my children and family and compensate them for being so busy in the last few years as well as continue with my work with Minhaj-ul-Quran.

7. What difficulties you encountered during this project? Tell us about the challenges you have overcome during this project.

There were very many challenges to overcome as a PhD student

over the years. Finding the time to commit to my studies and balancing my responsibilities in the home proved to be quite a daunting task. However the help and support of Shaykh-ul-Islam in always encouraging me to continue my academic endeavors, along with the support of my husband and children was crucial in overcoming this. Without their help and assistance none of this was possible. With regards to the research work, finding female participants to interview and discuss controversial subjects such as divorce was essential to my work. I had an ethical duty to protect the participants and ensure that there were no adverse consequences of discussing their personal marital issues with me. I was also very fortunate to have the help of yourself and other members of Minhaj-ul-Quran Women's league who provided many valuable contacts in the field. Also, hearing the stories of many women, particularly those who had gone to court to obtain a khula was very distressing sometimes. Listening to their tales of violent abuse within some of their marriages and the hurdles they had to overcome to come to court, often provided a sense of helplessness that I was merely a passive observer and could not assist them in any way. At the same time, many women were very courageous and despite many problems struggled hard to keep their marriages together, and provided a unique insight into the resilience of

8. What would you like the impact of this project to be?

By the grace of Allah Almighty and the wasila of the Holy Prophet (peace be upon him), I hope that anyone who reads my research appreciates that it is a fallacy to consider Islam and women's rights are inimical to each other. Indeed we need to refer back to the original great fuqaha of the Hanafi school before making pronouncements about the incompatibility of Islam and women empowerment. With the advent of the internet and 'readily available knowledge', I feel fewer and fewer people are

taking the time out to actually engage in textual work and are more willing to rely on misconceptions rather than make the effort to find out for themselves the reality. I hope this research illustrates and then encourages other students to engage with original sources as much as possible and equip themselves with the tools to do so.

9. You mentioned in your research that you visited different courts of Pakistan during the PhD years. Share your experience with us

During my research work I spent many months visiting the District Courts of Lahore, which hold family court hearings. During this time I interviewed many women who were either going through the process of obtaining a khul' or had already obtained one and were going through the process of ancillary relief. During the interviews and observations of court proceedings, it was very sad to see so many women going through marital breakdowns and forced to resolve their conflicts in open court and to the public. The Pakistani court system does not facilitate litigants in any matter, and for women in particular it was an arduous and harrowing experience. Coming to court and facing an estranged husband and his family or vice versa - indeed the public spectacle of airing grievances and seeking financial support or child custody without privacy and a modicum of decorum was difficult to watch.

10. What do you see as the most important issue/problem in this field (Khul) today?

The biggest problem in the field of khul' is the court system. Firstly any district court can be designated a family court for the purposes of hearing family law cases. This can mean that a criminal case is being heard next to a khul' case. In many instances men charged or even convicted of terrible crimes are in close proximity to vulnerable women and

children, who are often ridiculed or leered at. There are also numerous court delays with cases adjourned for trivial reasons increasing costs and emotional turmoil for litigants. There is also a paucity of information available for the female litigants about their cases and how they will proceed. Many of them are not well informed by their lawyers creating an atmosphere of distrust and frustration. Perhaps one of the biggest problems for khul' litigants is the lack of financial relief they find post-divorce. There is no provision for post-divorce maintenance for women and child support payments are not fully enforced by the judges. Women also find it extremely difficult to retrieve their dowry (jahez) from the former matrimonial home, causing further financial detriment.

11. What are your findings regarding the mahr and khul'?

A common misconception regarding the khul' is that if a women requests a khul' from her husband it is assumed she must necessarily compensate him by returning any mahr given to her by him. However according to the Hanafi fuqaha the return of the mahr is not compulsory - but rather depends who is at fault in the marriage. If for instance a wife is not responsible for the marital breakdown and her husband is to blame, then she is not required to return the mahr. However if the wife is to blame for the marital breakdown or she acknowledges that her husband is not at fault then she must return her mahr if a husband requests it. In the case of dispute the matter is to be referred to the judge. What is important to note is that the return of the mahr is not an automatic pre-requisite of the khul' that most presume - rather it depends on a case to case scenario.

12. Do you think every women in Pakistan deserves to be aware on this issue of Khul? How should we provide awareness to them? How specifically can we encourage maximum number of women to participate?

I think it is important for both men and women to be informed about their rights in marriage and divorce. That each of them should understand their reciprocal rights responsibilities as husbands and wives, and how best to make a marriage work. And of course in the case of a marital breakdown both parties should be aware of the best and amicable way to achieve a dissolution of marriage, one that creates the least pain and anguish for all parties involved. Indeed for any couple about to get married or even if they are married - I would strongly suggest they listen to Shaykh-ul-Islam's lectures on the rights and responsibilities of men and women in marriage. These are invaluable lectures on how to have a harmonious married life and create a balance between conflicting demands of spouses, parents and extended families.

13. Your message for women of the world?

Re-discover the great women of Islamic history and follow in their footsteps. They should be our role models and inspiration on how to live our lives. We should look to Sayyida Khadija (r.a) and learn from her multi-dimentional personality - an astute businesswoman, a loyal wife, an adviser and confidante, a wonderful mother and passionate believer. We should follow the example of Sayyida Fatima-tuz-Zahra (r.a) - a beautiful person in both spirit and soul; of noble and esteemed birth but imbued with humility and great dignity; a spiritual ethereal being radiating light and compassion. We should admire and then follow Sayyida Ayesah (r.a) and marvel at her intelligence and keen wit; her leadership and strength of character; her thirst for knowledge and honesty in all matters and her piety and steadfastness in the Deen. If any woman wants to succeed in this life and in the hereafter they should look to the great women of Islam for their motivation.

Thanks you for Time

The successful growth of a country requires both male and female participation in all fields of life. Women representation in the different fields ensures that work is done for the overall good of the woman folk.

It is worth mentioning that education and skills pay a vital and important role in the nation's evolution and advancement. Women being the integral part of our society foster infants. An infant gets his first education and training in the lap of a woman and if women are not educated it means that we are depriving of infants from their beginning education and training. It is a motto of skilled and learned person that if we give education and skill to a woman we entrust education and skill to a family. We congratulate **Dr. Ghazala Hassan Qadri** on completion of her PhD.

Minhaj Halaqa-i-Darood Norway

Monthly
DUKHTARAN-E-ISLAM MAR-2017
LAHORE
Regd CPL No.45

WOICE
Women's Ownership, Intellectual Collaboration & Empowerment

Vision:

To reap maximum benefits through collaboration of all the participating segments of society with an objective of achieving emancipation of Muslim Women. The MQI proudly presents an NGO entitled WOICE (Women's Ownership, Intellectual Collaboration & Empowerment) for a teamwork execution of plans/projects.

Mission Statement:

We are committed to building a peaceful and harmonious environment offering conducive conditions for development of skillful & successful women for the society.

Core Values:

We aim at preparing the women folk with the traits of:

1. A Responsible Citizen
2. A Loving Mother
3. A Good & Faithful wife
4. A Confident & Literate individual
5. An Intellectual supportive force

Work Ethics:

Peace and Cooperation solicited through partnership & mutual understanding.

WOICE recognizes that peace is about more than the absence of conflict. We strive for concord, harmony and tranquility. We endeavor to create a shared voice, working together in a manner that enables us to achieve our shared goals. We are committed to eschew our differences and find strength in our connectedness.

Areas of Commitments:

Health_ Nurture our spiritual, emotional & physical health.

Attitude _Express joy, optimism and gratitude through our words, thoughts and actions.

Potential Awareness_ Recognize our power and responsibility to be intentional in our decision making.

Sustainability _we are committed to development of long lasting programs sustainable under changing conditions aimed at empowerment of the women imbuing them with:

1. Non-compromising ability on matters of principle.

2. Role model for future generations to emulate.

3. Stand up for ourselves & others